ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر

ادارۂ ... اسلامک ریویو لندن

جلد ... نمبر ۱۲/۱۱

اشاعت اسلام

اڈیٹر ... نمبر ۹۰۸

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی۔اے مسلم مشنری مولوی صدر الدین بی۔اے

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت جلد تک ... ہے رسالہ ہذا کی ... اشاعت خریدار ... مشن کے ... سکتی ہے۔

... ایک ... بیرون ... قیمت ...

دسمبر ۱۹۱۶ء

مضامین

ریویو		
تربیت النساء		
اصلاح الرسوم		

... شائع کیا

صدر الدین صاحب اس کام کی تکمیل کے بعد جلد ہندوستان تشریف لانے والے ہیں
عربیا جہاز کی غرقابی کی وجہ سے ایک پارہ کے پہنچنے میں کچھ التوا ہو گیا۔ ورنہ اخیر دسمبر
تک کام ختم ہو گیا ہوتا۔ اب امید ہے کہ آخر جنوری تک کام تکمیل کو پہنچ جائیگا۔ خریداروں
کی درخواستیں درج رجسٹر ہو رہی ہیں ÷

قبولیت اسلام

باوجود حالات نامساعد کے جس توجہ اور دلچسپی کے ساتھ پیغام قرآن کو بیان کے
ذکور واناث سنتے اور پڑھتے ہیں اس کا اندازہ صرف ان تحریروں سے ہی ہو سکتا ہے
جو آئے دن دفتر میں آتی رہتی ہیں۔ اور ایسا تو بارہا ہوا ہے۔ کہ جو زائرین شاہ جہان
مسجد کو دیکھنے آتے ہیں اپنی گفتگو میں صاف طور پر عیسائیت سے اپنی بے اطمینانی اور
اسلام کے سیدھے سادے اصولوں سے وابستگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے
بعضوں کی دلچسپی انھیں اسلام کے متعلق مزید استفسار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ جس کا
نتیجہ عموماً مندرجہ بالا اعلانوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ مس مارگریٹ این ڈکسن ہماری
ایک انگریز نو مسلم بہن کی سہیلی ہیں۔ اسلامک ریویو اور دیگر مطبوعات ووکنگ مشن کا مطالعہ عرصہ
سے فرما رہی تھیں اور قلبی اطمینان کا ذکر جو اس مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ ہماری بہن سے اکثر
کرتی رہتی تھیں۔ چند روز ہوئے آپ نے اپنے ایمان در اسلام کا اقرار و اعلان بذریعہ
تحریر دفتر میں بھیجدیا ہے۔ اور اپنی نئی زندگی کے لیئے ایک اسلامی نام کی خواہش ظاہر
کی ہے۔ اُن کا نام رفیقہ اسلامی نام رکھا گیا۔ دوسری محترمہ ہم سے کہیں دور غربی افریقہ
کے رہنے والی ہیں۔ لیکن اسلامی صداقت کے بیانات سے جو اسلامک ریویو میں درج
ہوتے رہتے ہیں متاثر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کرتی ہیں۔ لہذا اُن کا اسلامی نام کرامت
رکھا گیا ہے ÷

مسٹر حبیب اللہ بھی اسی بلالی دُنیا کے رہنے والے ہیں۔ اور عرصہ سے ووکنگ مشن سے

خط و کتابت فرماتے رہے ہیں۔ اور آج اپنے مسلمان ہونے کا اعلان بذریعہ تحریر فرماتے ہیں۔ پروردگار عالم سے دُعا ہے کہ وہ ذات پاک ان کے اعلانوں کو قبول فرماوے۔ اور استقامت بخشے۔ آمین۔

ان اعلانات کے علاوہ عموماً ایسے خطوط بھی آتے رہتے ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ مغربی دُنیا کے مختلف طبقہ کے لوگوں میں اسلامی حس موجود ہے۔ مثلاً ایک خط میں ایک نومسلم خاتون تحریر فرماتی ہیں کہ اُن کی ایک سہیلی نے اپنے منسوب سے جو فرانس میں جنگ پر گیا ہوا ہے مسجد ووکنگ کے وعظ و لیکچر سُننے اور اُن سے محظوظ ہونے کا حال لکھا جس پر نوجوان نے جواب میں اپنا اشتیاق متعلق اسلام نہایت جوش سے ظاہر کیا۔ اور مسجد میں جاتے رہنے کی تاکید کی۔ یہ اس دُنیا کا حال ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مذہبی ضرورت سے آزاد ہو چکی ہے۔ لیکن ان حالات سے صاف عیاں ہے کہ اس مذہب کی جو حقیقتاً انسانی بہبودی کا ضامن ہو اُنھیں اب بھی ضرورت ہے اور رہے گی ✤

اب بفضلہ تعالےٰ جناب مولوی صدرالدین صاحب کی طبیعت کو بہت حد تک آرام ہے اور کام ترجمہ انگریزی قرآن کریم میں ہمہ تن مصروف ہیں جو نہایت سرعت سے ہو رہا ہے اور انشاء اللہ عنقریب ختم ہوا چاہتا ہے۔ مسجد لندن میں خطبہ جمعہ اور مسجد ووکنگ میں اتوار اور بدھ کے جلسے کامیاب دیکھے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ امام صاحب مسجد کو لنڈن کی ایک سپرچولسٹ سوسائٹی میں ایک لیکچر دینے کا اتفاق ہوا۔ جو بہت کامیاب لیکچر تھا ✤

عبدالقیوم (ملک بی۔اے علیگ)

زندگی اور موت کا سوال

آج یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ دُنیا میں کوئی چیز کامل سکون کی حالت میں نہیں اور نہ رہ سکتی ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے ذرات سے لے کر جن کو ہم بغیر خوردبین کی مدد کے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ بڑے سے بڑے ستاروں تک جن کے سامنے ہماری یہ زمین بھی

ایک ذرہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر چیز ہر آن ایک تغیر کی حالت میں ہے۔ جمادات نباتات حیوانات اس تغیر میں یکساں شامل ہیں۔ پھر یہ تغیر بھی ایک بے معنی تغیر نہیں۔ بلکہ یہ تغیر یا تو کسی چیز کے نشو و نما کا باعث ہو رہا ہے یا اس کے انحطاط کا۔ ایک چیز کو اگر یہ ترقی کے اعلےٰ سے اعلےٰ معراج کی طرف لے جا رہا ہے تو دوسری کو تنزل کے اتھاہ گڑھے کی طرف۔ کیا سچ فرمایا ہے۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ سبحانک فقنا عذاب النار غرض کہ کوئی چیز بھی حالت سکون میں نہیں۔ پھر انسان جو خلاصہ موجودات کہلاتا ہے وہ کیونکر اس تغیر سے بچ سکتا ہے۔ اور انسانوں کا وہ مجموعہ جسکو قوم کہا جاتا ہے۔ وہ کس طرح اس قانون الٰہی کی ماتحتی سے آزاد ہو سکتا ہے۔ جو انسان ترقی نہیں کرتا وہ تنزل کریگا جو قوم اپنا قدم آگے نہیں بڑھاتی اس کا قدم ضرور پیچھے ہٹ رہا ہے۔ خواہ وہ اسے محسوس کرے یا نہ کرے۔ خدا کا قانون ان ٹل ہے۔ اگر تغیرات عالم پر ذرا اور گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان تغیرات کے اندر ہر چیز ہر آن کسی دوسری پر غالب آنیکی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ ہر فرد اپنی ہی نوع کے دوسرے افراد پر غالب آنا۔ بلکہ اُن کو کھا جانا چاہتا ہے۔ ہر نوع دوسری نوع کو معدوم کرنے اور خود آگے بڑھنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ کسی چیز کو اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لیئے ہر آن جنگ و جدال کی ضرورت ہے۔ ہر آن اُسے کسی نہ کسی دوسری طاقت سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے نہ صرف دریاؤں کی بڑی مچھلیاں ہی چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں۔ بلکہ ہر ایک طاقتور چیز کمزور چیز کو کھائے جا رہی ہے اور اس اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کے جہاد میں وہی چیز غالب آتی ہے۔ جو اس جہاد میں عمدہ سے عمدہ سامان رکھتے ہوئے اپنا پورا زور اس غرض کے لیئے صرف کرتی ہے۔ یہی وہ جہاد کا مسئلہ ہے۔ جس پر نادانوں کو اس قدر اعتراض ہے مگر جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر قرآن کریم نے ان الفاظ میں سکھایا تھا۔ وجاھدھم به جهاداً کبیرا۔ اور۔ ان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیه سوف یری۔ یہ جہاد یہ سعی زندگی کی جڑ ہے۔ اس کو چھوڑ دینے سے زندگی باقی نہیں رہ سکتی۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کی زندگی کو قایم رکھنے کے لیئے ایک اصول اُن کو بتایا تھا اور

اس کی بناء اسی اصول جہاد پر تھی۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یأمرون
بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ اور چاہیئے کہ تم میں ہر وقت
ایک ایسا گروہ موجود رہے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور نیک باتوں کا حکم
دیں اور بُری باتوں سے روکیں۔ اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (آل عمران ۱۰۴)
یہاں گویا کامیابی کا دارومدار اس بات پر رکھا ہے کہ مسلمانوں میں ایک گروہ داعیان
اسلام کا موجود رہے۔ کیونکہ الخیر کا لفظ جس کی طرف دعوت کا حکم دیا ہے۔ اس سے
مراد قرآن کریم یا دین اسلام ہی ہے۔ کیونکہ سب بھلائی کی راہیں یہاں بتا دیگئی ہیں
تو یہاں گویا یہ بتایا ہے کہ اگر دُنیا میں تم ایک کامیاب اور زندہ قوم رہنا چاہتے ہو۔ تو ضروری
ہے کہ تم میں ایک گروہ مبلّغین اسلام کا یا اشاعت اسلام کرنے والوں کا رہے۔ گویا
اسی اصول سائنس کی طرف متوجہ کیا ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ کہ اگر تم اس کوشش میں
نہیں لگے رہو گے کہ دوسروں کو دین اسلام میں داخل کرو تو پھر تم کامیاب بھی نہیں
رہ سکتے۔ کیونکہ اگر ترقی کی کوشش جاتی رہے گی تو تنزل اور انحطاط کا آجانا لازمی ہے
اب جب ہم تاریخ اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو اس اصول قرآنی کی صداقت بیّن طور
پر نظر آتی ہے۔ ابتدائے اسلام کا زمانہ تو وہ تھا۔ کہ ہر ایک مسلمان کے اندر دعوت
الی الاسلام کی ایک زبردست رُوح کام کرتی نظر آتی تھی۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور
اُن کے نقش قدم پر چلنے والوں نے دعوت الی الاسلام کو ہی اپنی زندگیوں کا اصلی مقصد
سمجھ رکھا تھا۔ اس لیئے اسلام ایک حیرت انگیز سرعت کے ساتھ دُنیا میں پھیلتا چلا گیا۔ اور
اس جوش اور تڑپ نے جو وہ لوگ اشاعت اسلام کے لیئے رکھتے تھے۔ ان داعیان اسلام
کو دور دور کے ممالک میں پہنچا دیا۔ اور اس طرح پر تھوڑے ہی سالوں میں ایک انقلاب
عظیم اُنھوں نے دُنیا میں پیدا کر کے دکھا دیا۔ پھر بعد اس کے ایک ایسا زمانہ آیا۔ کہ بادشاہ
اولی الامر تو اس فرض کی طرف سے غافل ہو کر اپنے تعیشات میں گرفتار ہو گئے۔ اور علماء
اپنے فروعی جھگڑوں میں معرُوف ہو گئے۔ مگر پھر بھی بہت سے بزرگ دعوت الی الاسلام
کے کام میں لگے رہے۔ اور وہ بزرگ جن کے ناموں پر آج لاکھوں لوگ قربان ہوتے ہیں

ان کی یہ عزت محض اسلام کی خدمتگذاری سے ہوئی۔ وہ درحقیقت روحانی بادشاہ تھے۔ اور جب دنیوی بادشاہوں نے دعوت الی الاسلام کے کام کو چھوڑ دیا تو ان روحانی بادشاہوں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ مگر پھر ایک ایسا زمانہ آیا۔ کہ یہ لوگ بھی دنیا سے گذر گئے اور اُن کے پیچھے وُہ لوگ آئے جنھوں نے ان کی گدیوں کو پیسے کمانے کا ذریعہ بنایا۔ اور دعوت الی الاسلام کا کام قریبًا قریبًا بالکل ہی جاتا رہا۔ اس سے اسلام کو وہ سخت نقصان پُہنچا جس کی تلافی دُوسری طرح پر ہونی محال ہے۔ مسلمانوں کے ادبار کے دن وہی پاؤ گے جب اُنھوں نے جدّوجہد کے اس مقدّس فریضہ کو ترک کر دیا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ اب ہم بڑی قوم ہیں ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ مگر ادھر اُنھوں نے جدّوجہد کو چھوڑا۔ ادھر ترقی کی بجائے تنزّل شروع ہو گیا۔ حتیٰ کہ ہمارے اس زمانہ میں اسلام دُوسرے لوگوں کے حملوں کا آماجگاہ ہو گیا۔ اور بہُت سے اسلام کے نام لیوا دوسرے مذاہب میں چلے گئے۔ یہ ادبار اشاعت اسلام کے کام کو چھوڑنے کا لازمی نتیجہ تھا۔

کیسے کیسے پاک اصول فلاح کے مسلمانوں کو اس پاک کتاب کے اندر دیئے گئے تھے۔ دوسرے لوگوں نے ان سے فائدہ اُٹھایا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ مگر مسلمانوں نے ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا کا مصداق اپنے آپ کو ہی ثابت کر دکھایا دوسری قومیں تو قرآن کریم کے پاک اصول سے متمتع ہوئیں اور نہ ہوئے تو مسلمان کس قوم کی مقدّس کتاب میں اصول باندھا گیا۔ کہ تم میں ہر وقت ایک جماعت دعوت الی الاسلام کے لیئے رہے؟ سوائے قرآن کے یہ اصول کسی کتاب میں نہ پاؤ گے۔ مگر عملی طور پر کونسی قوم ہے جو آج دُنیا میں اس اصول کی تارک نظر آتی ہے؟ سوائے مسلمانوں کے کوئی نہیں۔ ہر ایک قوم کو فکر لگی ہوئی ہے کہ دوسروں کو اپنا ہمخیال بنائے۔ ہر ایک قوم شب و روز جد و جہد میں ہے۔ اور سکون کو اپنے لیئے موت سمجھتی ہے۔ مگر مسلمان جن کی پاک کتاب نے زندگی کا اصول ہی جد و جہد کو بتایا تھا۔ ایسے غافل ہیں کہ حالت سکون سے باہر نکلنا ہی نہیں چاہتے۔ اپنے مذہب کی تبلیغ سے کلیۃً بے فکر ہیں۔ اس کی ضرورت اتنی بھی نہیں سمجھتے جتنی اپنا دل خوش کرنے کے لئے ایک مکان

بنانے کے۔ نہ مبلغ پیدا کرنے کا سامان ہے نہ دنیا کی ضروریات کی خبر ہے نہ اسلام پرحملوں کی پرواہ ہے نہ دوسرے مذاہب سے کچھ واقفیت ہے۔ دوسرے مذاہب کے واعظ مسلمانوں کے ملکوں کے ایک ایک شہر اور ایک ایک گاؤں میں پھر نکلے ہیں۔ دوسرے مذاہب کی کتابیں مسلمانوں کی زبانوں میں ترجمہ ہو کر ان تک پہنچائی جا چکی ہیں۔ مگر خود مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ نہ صرف ان کے واعظ اور ان کی کتابیں دوسروں تک ہی نہیں پہنچتی۔ بلکہ اپنے گھر کے اندر بھی انھوں نے قرآن شریف کو عوام تک نہیں پہنچایا۔ اگر دوسری قومیں بھی اپنے اپنے مذاہب کی اشاعت کی طرف سے لاپرواہ ہوتیں تو پھر بھی مسلمانوں کی یہ غفلت شاید چنداں نقصان دہ نہ ہوتی۔ مگر جہاں ایک سخت جدوجہد لگی ہوئی ہے۔ اور ہر مذہب اس فکر میں ہے کہ دوسرے مذاہب کو اپنے اندر لے لے۔ ایسے نازک وقت میں یہ غفلت اپنی موت کے فتویٰ پر خود مہر لگانا ہے۔
بیشک قوم کی ضروریات بہت ہیں اور ان سب کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ مگر زندگی اور موت کا سوال سب سے مقدم ہے۔ اگر دوسری ضروریات قوم کی بعض بیماریوں کا علاج ہیں تو اشاعت اسلام کا سوال قوم کی بقا کا سوال ہے۔ پس پہلے زندگی کا فکر کرو جس ضرورت پر قوم کی زندگی کا مدار ہے اس کی طرف سے ایک لمحہ کی غفلت بھی ہلاک ہے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ جس قدر اس کام کی اہمیت ہے اسی قدر زیادہ عموماً مسلمان اس طرف سے غافل پائے جاتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ ووکنگ مشن جس کو قائم ہوئے اب چار سال کا عرصہ ختم ہوتا ہے۔ اس تھوڑی سی مدت میں اگر اس عظیم الشان خدمت کو دیکھا جائے۔ جس کے لیئے محض اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے سامان پیدا کر دیئے۔ اور دوسری طرف اس حالت کو دیکھا جائے۔ کہ ابتک اس مشن کی طرف اتنی بھی مستقل توجہ قوم کی نہیں ہوئی کہ اس چار سال کے عرصہ میں جس قدر قدرتی نشوونما اس میں ہونا چاہیئے تھا اس کے لیئے بھی کوئی مستقل انتظام ہو جاتا تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اشاعت اسلام کی اہمیت کے سوال کو نہ صرف مسلمانوں نے سمجھا ہی نہیں۔ بلکہ اس کی طرف ابھی توجہ بھی نہیں۔ رسالہ کی قیمت کو چھوڑ کر شاید

بمشکل بارہ پندرہ ہزار روپے کا انتظام سال میں ہوجاتا ہوگا۔ اگر اس قدر خرچ پر ایک تعلیمگاہ قائم ہوتی جس کے ابتدائی مصارف گو یا کچھ بھی نہ ہوتے۔ حالانکہ تعلیمگاہوں کے ابتدائی مصارف بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ تو اس سے ہم کس قدر نتائج کی توقع کرسکتے تھے۔ اس قدر خرچ سے بمشکل ایک مڈل سکول قائم ہوسکتا اور وہ بھی ابتدائی چار سال میں کچھ کام کرکے نہ دکھا سکتا تھا۔ یعنی مڈل تک بھی پاس شدہ کوئی طالب علم نہ دکھا سکتا۔ لیکن بالمقابل ووکنگ مشن کے کام کو دیکھو۔ ان ڈیڑھ سو یا دو سو آدمیوں میں جو اب تک اس کے ذریعہ سے اسلام میں داخل ہوچکے ہیں کس پایہ کی علمیت کس شوق اور جوش کے آدمی ہیں۔ دنیوی عزت و وجاہت کے لحاظ سے لارڈ ہیڈلے اور کوئنٹ اور پرنس وغیرہ جیسے آدمی اُس نے پیدا کر دکھائے۔ گورنمنٹ کے عہدیداران کے لحاظ سے میجر اور کپتان اور لفٹننٹ اُس نے پیدا کر دکھائے علم و فضل کے لحاظ سے کئی پروفیسر کالجوں کے اس نے پیدا کر دکھلائے۔ علمی قابلیت کے لحاظ سے مصنف۔ اڈیٹر مضمون نویس اس نے پیدا کر دکھائے۔ تبلیغ دینی کے لحاظ کر بھی بڑے بڑے پرجوش مرد اور خواتین اُس نے پیدا کر دکھائیں۔ شاید لاکھوں روپے کے خرچ سے بیس سال میں بھی وہ کام نہ ہوسکتا جو چار سال کے عرصہ میں چند ہزار روپے کے خرچ سے ووکنگ مشن نے کر دکھایا ہے۔ یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے تاکہ مسلمانوں کی ہمتیں بلند ہوں اور وہ سمجھ لیں کہ اشاعت اسلام کا کام ایسا نہیں کہ روپیہ تو بہت صرف ہو اور نتائج تھوڑے سے نظر آئیں۔ بلکہ اس کے خلاف تھوڑے خرچ سے کیسے کیسے عظیم الشان نتائج پیدا کر دکھائے ہیں۔ اور یہ تو صرف چند آدمی ہیں جو پیدا ہوچکے وہ وسیع لٹریچر جو اُس نے چار سال کے عرصہ میں پیدا کیا ہے۔ انگریزی زبان کی لائبریری میں جہاں افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ اسلام کا چہرہ دکھانے والا آئینہ قریباً کوئی نہیں تھا۔ کیسا بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ پھر ایک قوم کی قوم کے خیالات میں اس خط و کتابت نے۔ اس میل و ملاقات نے۔ ان لیکچروں کے سلسلہ نے۔ ان جمعہ اور عیدین کے نظاروں نے جو ووکنگ مشن کے ذریعہ سے ظہور میں آتے ہیں کسقدر انقلاب عظیم پیدا

کر دیا ہے۔ اس کو بھی چھوڑ کر اسلام کی عظمت کو اس ایک مشن کے قیام نے کس طرح عام طور پر دُنیا کے دلوں میں بڑھا دیا ہے۔ اور اس کی زندگی کا یہ ایک کیسا نمایاں نشان قائم کر دیا ہے یہ سب کچھ تو ہؤا۔ لیکن اس چار سال کے عرصہ میں بالمقابل ان عظیم الشان نتائج کے جو چاہیئے تھا کہ مُسلمانوں کے دلوں میں اشاعت اسلام کے عشق کی آگ لگا دیتے۔ اور اُن کے اندر ایک ولولہ پیدا کر دیتے۔ کہ یہ کام قوم کی زندگی کے قیام کے لیئے اور اُس کی عظمت کے اظہار کے لیئے اہم ترین کام ہے۔ قوم نے کس قدر توجّہ کی ہے۔ قریبًا ایک سال یا اس سے زیادہ عرصہ ہو گیا کہ ان تحریکات کو اس رسالہ میں اور اس رسالہ سے باہر بھی دیکھا جاتا ہوگا۔ کہ لندن میں ایک شاخ اس مشن کے قائم کرنے کی ضرورت ہے اور مختلف قلموں سے یہ تحریک نکلتی رہی۔ مگر اس کے لیئے سامان کہاں سے آئے۔ ابھی تو خود ووکنگ مشن کا بھی کوئی مستقل انتظام نہیں۔ بلکہ اس قدر عرصہ میں ان نتائج کو دیکھ کر تو چاہیئے تھا۔ کہ اس قدر تیاری اس عرصہ میں کر لی جاتی کہ ان کے بعد یورپ کے ہر ایک ملک میں ایک ایک شاخ اس مشن کی قائم ہو جاتی۔ اور پھر دیکھا جاتا کہ اسلام کس طرح پر دلوں کو مسخّر کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اپنا روحانی اقتدار دُنیا میں قائم کرتا چلا جاتا ہے۔ تعجّب آتا ہے کہ مُسلمانوں کی اُمنگوں پر کیوں اس طرح افسردگی چھا گئی کہ صریح نتائج کو دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے۔ ان کی تھوڑی سے جدوجہد پر عظیم الشان نتائج خدا تعالےٰ نے مرتّب کر دکھائے تھے جن کی نظیر اس زمانہ میں ہمیں کوئی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ سب سے زیادہ پُر زور تحریک تبلیغ دین کی عیسائیت کی طرف سے ہے۔ مگر لاکھوں روپیوں کے اخراجات سے بیسیوں سالوں میں بھی ان کے مشن کی کسی شاخ نے ایسے عظیم الشان نتائج نہیں دکھائے۔ مگر خدا کے اِس فضل پر بھی اُنھوں نے جیسا کہ چاہیئے تھا قدم آگے نہیں اُٹھایا۔ جہاں کامیابی کی موہوم امید بھی ہو وہاں لوگ اپنا مال پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔ مگر یہاں تو امید نہیں۔ کھلی کھلی کامیابی اور بے نظیر کامیابی بھی مشاہدہ کرا دی گئی۔ پھر بھی خاموشی ہی خاموشی ہے۔ اور سوائے معدودے چند باہمت افراد کے باقی سات کروڑ مُسلمان یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہمیں اس سے کیا سروکار ہے

اسلام زندہ رہے یا مرے۔ اسلام تو نہ صرف زندہ ہی رہے گا بلکہ لیظھرہ علی الدین کلہ کا وعدہ بھی اسکا پورا ہو کر رہے گا۔ لیکن ان لوگوں کی ہمتوں پر جو اس وقت موجود ہیں اور نتائج کو دیکھ رہے ہیں یہ کتنا بڑا دھبہ ہوگا اگر اُنھوں نے اس وقت ہمارے اس کام کو ترقی دینے کے بجائے اسے بے توجہی قائم رکھ کر بگاڑ دیا۔ اس لیئے سب برادران اہل اسلام سے یہ ہماری اپیل ہے کہ اس وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اسوقت محض اللہ کی رضا کے لیئے۔ اللہ تعالےٰ کے دین کی عظمت کے لیئے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید قائم کرنے کے لیئے ہمت دکھائیں۔ اور اپنے سلف کے نقش قدم پر قدم رکھ کر دُنیا کو دکھائیں۔ کہ مسلمان خدا کے لیئے اور دینِ حق کی اشاعت کے لئے کیسی ایثار کرنے والی قوم ہے اور اس کی ہمت کیسی بلند ہے۔ مسلمانوں کے اندر خیرات بہُت ہوتی ہے۔ اچھے کاموں پر روپیہ خرچ کرنے کو بھی تیار ہوتے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ اُن کی خیرات کا سب سے بہتر مصرف اور اس وقت نیکی کے کاموں میں سب سے مقدم اور اہم۔ اشاعت اسلام کا کام ہے۔ اور یہ اشاعت اسلام کا کام جس طرح ووکنگ مشن کے ذریعہ شروع ہو چکا ہے اس کا قائم رکھنا اب ہر ایک مسلمان کا سب سے پہلا فرض ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک ہر ایک مسلمان اسمیں عملی رنگ میں حصہ نہ لے۔ یہی قوم کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر خدانخواستہ مسلمانوں کی غفلت سے اس مشن کو نقصان پُہنچا۔ تو مسلمان جو پہلے ہی ہمت ہار بیٹھے ہیں۔ پھر شاید کبھی بھی اپنے دین کو دوسروں تک پُہنچانے کی جرأت نہ کرسکیں گے۔ اور جب اشاعت کا کام ان میں کمزور رہؤا تو خوب یاد رکھو۔ کہ پھر اسلام کی حفاظت کا بھی کوئی سامان نہ رہے گا۔ اشاعت اور حفاظت کے سوال ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ دلوں میں تحریک کا پیدا کرنا یہ خدا کے ہی اختیار میں ہے ✣

خط بنام برادران اسلام

(ایک اہم ضرورت)

برادران اسلام السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اس نمبر کے ساتھ اسلامک ریویو کی چوتھی جلد ختم ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی کل ہی انگلستان کے ساحل پر اترا تھا۔ اور یہ اب پانچواں سال شروع ہوتا ہے۔ چار سال کا زمانہ ایک قلیل عرصہ ہے۔ مگر جو کام اس تھوڑے سے عرصہ میں کیا گیا ہے اس کی تکمیل بیسیوں سالوں میں بھی بمشکل سے ہو سکتی تھی۔ صدیوں کی غلط فہمیوں نے اسلام کے چہرہ پر ایک تاریکی کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ اور نسلاً بعد نسل غلط بیانیوں نے اس کی خوبصورتی کو ایک بدنما داغ بنا رکھا تھا۔ ان غلط فہمیوں کا دور کرنا اور ان غلط بیانیوں کا مقابلہ کرنا آسان کام نہ تھا۔ بلکہ ایک لمبے زمانہ کو اور پے درپے کوششوں کو چاہتا تھا۔ جو کچھ میں نے انگلستان آکر پہلے چھ مہینوں میں کتابوں رسالوں۔ تصویروں۔ تھیٹروں کے ذریعہ سے اسلام کے متعلق سنا اور دیکھا وہ ایک کپکپا دینے والا نظارہ تھا۔ اور میں نے اسوقت اس کا نقشہ ذیل کے الفاظ میں اپنی چٹھی بنام آل انڈیا مسلم لیگ میں ۱۹۱۳ء میں کھینچا تھا :-

" تعدد ازدواج۔ غلامی۔ جزیہ اور جہاد ہی ایسی چیزیں نہیں جن کے متعلق غلط بیانی کر کے اسلام کے خلاف یہاں نفرت پھیلائی جاتی ہے اور دلوں میں عناد کا بیج بویا جاتا ہے بلکہ اسلام کی ہر ایک چیز یہاں تنفر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اور اس کو ناقابل اصلاح قرار دیا جاتا ہے۔ ہمارا علم الٰہیات اور ہمارا اخلاقی کوڈ۔ ہمارا طریق سیاست اور ہماری تدبیر منزل۔ ہمارا تمدن اور ہماری معاشرت وحشیانہ بتائے جاتے ہیں۔ ہمارا ذات باری کا عقیدہ خدائی کی تحقیر اور ہمارے انسان کے متعلق خیالات انسانیت پر ایک ظلم ٹھیرائے جاتے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں اپنی عورتوں کی نیکی اور عصمت پر کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی مردوں

کے دلوں میں عورت کی عزت کا ہم کو یقین ہے۔ گویا محمدؐ نے ہم کو نکما کر دیا ہے۔ اور ہم نے نسل انسانی کو اس بے مزہ خوشی سے محروم کر دیا ہے۔ جو ناچ اور تماشا میں مردوں اور عورتوں کے کھلے میل ملاقات سے ایک دوسرے کو حاصل ہوتی ہے۔ یوں ہم کمال انسانی کو محسوس نہیں کرتے اور خوبصورتی کے سامنے آنکھیں بند کر کے اندھے ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرے مردوں کو اپنی عورتوں کی جسمانی خوبصورتی کی قدر کرنے کا موقعہ نہیں دیتے۔ حالانکہ قدرت کا ان کو خوبصورت بنانے میں یہی منشاء تھا۔ کہ وہ نسل انسانی کی عام خوشی کو بڑھانیوالی ہوں۔ ہم نے اپنے بہتر نصف حصہ کو (یعنی صنف نازک کو) پردہ میں رکھ کر اُن کی ہر ایک خوبی اور کمال کو مردہ کر دیا ہے۔ ہمارے اخلاقی قوانین اُن کے نزدیک متضاد اصولوں کا ایک مجموعہ ہے۔ اور خشک زہد اور شہوات کا ایک بے جوڑ مرکب ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلام صرف حیوانی جذبات کو اپیل کرتا ہے اور نازک جذبات کے نشوونما کے لئے کوئی موقعہ نہیں چھوڑتا۔ یہ مذہبی دیوانگی پیدا کرتا ہے اور عقل عامہ اور معقولیت کا ستیاناس کرتا ہے۔ اس لئے مسلمان فتح حاصل کر کے صرف تلوار کے ذریعہ سے اس کے ثمرات کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ مگر مفتوحہ قوموں کو کوئی اچھی حکومت یہ نہیں دے سکتا۔ مختصر یہ کہ جہالت اور تنگدلی۔ تند خوئی اور وحشیانہ پن۔ شہوات اور ناقابلیت اور ہر قسم کی قابل حقارت صفات کا ہم مجموعہ سمجھے گئے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلام کا زمانہ اب ہو چکا۔ اس کی خدمت کا دائرہ دُنیا میں گویا اسی حد تک محدود تھا۔ کہ بالکل وحشی قوموں کی تھوڑی سی اصلاح کر دے اب یہ ایسے ممالک میں یورپین تہذیب کے لئے ایک پیش خیمہ تو ہو سکتا ہے مگر ترقی یافتہ حصص دُنیا میں اب اس کی جگہ کوئی بہتر اصول لیں گے"۔

غرض ایسے ایسے خیالات اسلام کے متعلق عام طور پر دلوں میں جاگزیں تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ یہ بالکل جھوٹ اور سخت افترا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ابتدا میں ان خیالوں کی ترویج اسلام کے خلاف منصوبہ بازی کی شرارت ہوگی۔ مگر اب یورپ میں لاکھوں کروڑ انسانوں کا نیک نیتی سے یہی خیال ہے۔ ہمارا سب سے پہلا اور مقدم فرض یہ ہے۔ کہ ان جہالت کے بادلوں کو اُڑا دیں جنھوں نے مطلع اسلام کو یورپ کی نگاہ میں تاریک کر رکھا ہے

دونوں مغربی برّاعظم اسلام کے متعلق خطرناک غلط فہمیوں میں مُبتلا ہیں۔ اور عمداً غلط بیانیوں اور افتراؤں سے یہ غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں۔ اور اگر ہم ان غلطیوں کی اصلاح پر پُورا زور صرف کردیں تو اس آزادی اور وسیع خیالی کی زمین پر لاکھوں انسان اسلام کے مویّد ہوجائیں گے +

اسی یقین کے ساتھ ہم نے اپنا کام یہاں شروع کیا تھا۔ اور یہ امر کہ نتائج نے ہماری امیدوں کو سچ کر دکھایا ہے۔ ایسا اظہر من الشمس ہے کہ اب مجھے اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں کس قدر راحت محسوس کرتا ہوں جب میں ذیل کے اقتباس پادری آر میکسول کنگ کے خطبہ سے جو اُنھوں نے اولڈ پریسبائیٹیرین چرچ نیو ٹاؤنرڈ میں جنوری گذشتہ کے کسی اتوار کو دیا تھا پڑھتا ہوں۔ پادری میکسول کنگ نے اپنے سامعین کو یوں مخاطب فرمایا

"یہ صرف غلط ہی نہیں۔ بلکہ یہ ایک مجرمانہ غلطی کا ارتکاب ہے۔ اگر مسلمانوں کو کافر کہا جائے ..... اسلام کی کتاب مقدس قرآن ہے ... اس میں نہ صرف مذہب اسلام کے اعتقادات اور اعمال کا ہی ذکر ہے۔ بلکہ یہ روزمرّہ زندگی کے لیئے ایک کامل مجموعہ اخلاق اور ایمانداروں کے لئے ایک قانونی نظم ہے۔ اس بارہ میں مسلم کو عیسائی پر فضیلت ہے۔ کہ اس کی روزمرّہ مذہبی زندگی کی ہدایات اور اس کا قانون یکساں ہیں۔ حالانکہ عیسائی کی روزمرّہ زندگی کے لیئے ایک مجموعہ اور اس کے قانون کے لئے ایک الگ نظم ہے۔ اسلام روزانہ خیرات پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اور مہربانی اور اخوت کے کام خدا کی نگاہ میں پسندیدہ ہیں ..... تمام نبیوں کی مسلمان سچے دل سے توقیر کرتا ہے ..... میں نے اسلامی تحریروں میں یسوع کی عزت اور محبت کے ایسے نیک خیالات کا اظہار دیکھا ہے کہ ان لفظوں کو دیکھ کر میں یہ بھول جاتا تھا۔ کہ میں ایک عیسائی لکھنے والے کے الفاظ کو نہیں پڑھ رہا ہوں۔ پس کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ عیسائیوں نے کیا طرز حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ذکر تقریروں اور تحریروں میں کرنے کے لئے اختیار کر رکھی ہے ..... عملی زندگی میں مُسلمان ایک بااخلاق انسان ہے۔ اس کے طریق زندگی پہ خدا تعالےٰ کی جزا و سزا کی حیثیت غالب ہے۔ میں اسلامک ریویو جلد ۲ نمبر ۳ کے صفحہ ۹۲ سے کچھ الفاظ نقل کرتا ہوں

۴ علم الٰہیات بالکل سادہ ہے اور ایک خدا ہی خدا اُسکا موضوع ہے۔ ہر ایک مسلمان دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہے۔

'اسلام عمل میں آزادی دیتا ہے۔ اور ہر انسان کے لیئے خود فیصلہ پر پہنچنے کی تائید کرتا ہے اور اس لیئے اختلاف رائے کی عزت کرتا ہے'.... یہ عام طور پر خیال کیا گیا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو آنکھیں بند کر کے قسمت کو قبول کرنے کی ہدایت کرتا ہے مسلم ریویو سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال بھی غلط ہے' ایک ایسا مذہب جو محنت کوشش اور اپنے اوپر بھروسہ کرنے کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کمزور اور سست کر دینے والے خیال کا حامی نہیں ہو سکتا۔ جو تقدیر کے فرضی مفہوم سے پیدا ہوتا ہے۔ جس سے بدی ایک امر مقدر قرار پا کر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو دور کرنے کی کوشش کو انسان ترک کر دیتا ہے۔

... جہاں کہیں عورتوں کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے ان کی عزت اور ادب کا حکم دیا گیا ہے یہ ایک ظاہر امر ہے جس کے بیان کرنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں کہ جو مذہب خدا کی رضا کی کامل فرمانبرداری کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کے قبول کرنے والے اپنے معاملات میں صادق راستباز اور انصاف کرنے والے ہوں۔ اور اپنے قول و قرار اور اپنے معاہدات کے پورے پابند ہوں.... اسلام میں بڑی صداقت اور راستبازی ہے"

پادری کنگ اس طرح اپنے اتوار کے خطبہ میں گرجا میں کھڑے ہو کر اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرنے میں تنہا نہیں ہیں۔ ایک اور پادری صاحب والرمین صاحب ڈی ڈی نے بمقام پٹسبرگ اپنے گرجا میں "دنیا کے امن کی راہ" پر خطبہ دیتے ہوئے اسلام کی بہت تعریف کی اور اس کے برخلاف عیسائیت کو اس بات کا ملزم ٹھیرایا کہ یہ ان زمینوں میں بھی امن قائم نہیں کر سکی۔ جہاں صرف عیسائی ہی عیسائی رہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ عیسائی ممالک جنگ و جدال کے گناہ سے کبھی بھی بری نہیں ہوئے۔ اور کہ آج کلیسیا پر جو جرم عاید ہوتا ہے وہ ہمیشہ ہی عاید رہا ہے۔ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے پادری صاحب نے کہا۔

"ان کا مذہب یعنی قرآن کا مذہب اسلام کہلاتا ہے۔ جس کے معنے ہی صلح کرنا ہے اور جو شخص اسلام کو قبول کرتا ہے وہ مسلم کہلاتا ہے۔ یعنی ایسا شخص جس کی خدا کے ساتھ بھی صلح ہے اور اس کی مخلوق کے ساتھ بھی۔ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کرتا ہے تو وہ بھی السلام علیکم کہتا ہے۔ یعنی تم پر سلامتی ہو"

اس بات کا ثبوت کہ ان خیالات کی اصلاح میں اسلامک ریویو اور ووکنگ مسلم مشن ہی اصل موجب ہیں خود ان تحریروں سے ملتا ہے۔ انہی خطبوں کو پڑھ کر نواب عماد الملک بہادر نے ۱۹۱۵ء میں بمقام منصوری نواب محمد اسحاق خانصاحب اور اوروں کے سامنے یہ الفاظ بولے تھے۔ کہ مغرب میں اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کو دُور کرنے اور عامہ رائے پر اسلام کے متعلق نیک اثر ڈالنے میں اسلامک ریویو نے صدیوں کا کام سالوں میں کر دکھایا ہے۔

وہ لوگ جو ہم سے خاص طور پر عناد بھی رکھتے ہیں وہ بھی اسلام کے متعلق ہمارے ریویو میں مضامین کو پڑھ کر اُن کی خوبی تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اور وہی فقرے جو بطاہر اُنھوں نے ہم پر حملہ کے رنگ میں لکھے ہیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامک ریویو نے جس رنگ میں اسلام کو پیش کیا ہے اُس نے دشمنوں کے دلوں پر بھی اثر کیا ہے۔ چنانچہ رسالہ مسلم ورلڈ نے جو عیسائیت کی اسلام کے خلاف تبلیغ کے لیئے ایک ماہوار میگزین ہے ہماری ایک کتاب "اسلام اینڈ مسلم پریئر" پر جو اسلامک ریویو کے مضامین کو اکھٹا کر کے تیار کی گئی تھی۔ ریویو کرتے ہوئے ذیل کے الفاظ لکھے ہیں:۔

"ان مضامین کو پڑھنے کے بعد ان کے لکھنے والوں کی جو تعلیم اسلامی کے مفہوم کو پیش کرتے ہیں خلوص نیت کی وجہ سے ایک شخص متحیر ہو رہ جاتا ہے۔ اوّل سے لے کر آخر تک کتاب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کے متعلق بلند پروازیوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور اکثر صورتوں میں سچے مسلمان بھی اس کو اسلام کی تائید نہیں سمجھ سکتے۔ یہ تعلیم ہندوستانی معلمین اسلام کے ترقی یافتہ گروہ سے مخصوص ہے جو اس بات کے لیئے پُر زور کوششیں کر رہے ہیں کہ اسلام کے لئے جزائر برطانیہ میں زیادہ قابل برداشت اور معقول عزت پیدا کریں"

اب جب عیسائی مشنری نے یہ دیکھا کہ اس کی ان کوششوں کی جو وہ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے کرتا رہا ہے حقیقت کھلنی جاتی ہے تو اُس نے ایک نیا راگ شروع کر دیا۔ جس طرح ہم اسلام کا خوبصورت چہرہ پیش کرتے ہیں وہ اسے محض بلند پروازی قرار دیتا ہے گویا یہ حقیقی اسلام نہیں۔ لیکن ہم امید رکھتے ہیں کہ جوں جوں مغربی دماغ اسلام کی حقیقی

تعلیم سے خود زیادہ آشنا ہوتے چلے جائیں گے ان پر یہ بات بھی کھل جائے گی کہ آیا جو کچھ ہم پیش کر رہے ہیں وہ حقیقی اسلام ہے۔ یا محض ہمارے خیالات کی بلند پروازی ہے ہیں تو خدا نے کتاب ہی ایسی دی ہے کہ ہر دعوے اور ہر دلیل کے لیئے ہم خود اس کتاب کو پیش کرتے ہیں۔ اس کا یہ یقینی نتیجہ ہے کہ جوں جوں مغرب پر مشنری غلط بیانی کی حقیقت آشکار ہوتی جائے گی وہ صداقت اسلام کو قبول کرنے کے لیئے آمادہ ہوتے چلے جائیں گے لیکن مشنری اور وجوہ سے بھی معذور ہے۔ مغربی علم الٰہیات ایک الٰہی دین کی خوبیوں اور خوبصورتیوں کو سمجھنے کے لیئے اس قدر دُور پڑا ہوا اور ایسی ناقص حالت میں ہے کہ گو ہم اپنے مذہب کے اصُول کو ہی پیش کرتے ہیں۔ مگر وہ اصُول اُن کو ایسے بلند اور ایسے اعلےٰ درجہ پر نظر آتے ہیں کہ وہ اُن کو ہمارے خیالات کے بلند پروازی پر محمول کرتے ہیں۔ اس سے ہم کو یہ امید ہے کہ جوں جوں ہمارا کام ترقی کرے گا اُس کے ثمرات اعلےٰ سے اعلےٰ شکل اختیار کرتے چلے جائیں گے ✦

نومسلموں کی تعداد کو بڑھانا یہ ہم نے اپنے مدِ نظر نہیں رکھا۔ نہ ہی تعلیم قرآنی کے ماتحت ہمیں اس بات کی پروا کرنی چاہیئے کہ کتنے لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔ اعلان اسلام کی کسی کو توفیق دینا یہ خدا کا کام ہے۔ ہمارا کام تو صرف یہ ہے کہ ہم اسلام کی تبلیغ کرتے چلے جائیں۔ اور یہ خیال بھی کبھی دل میں نہ لائیں۔ کہ جو لوگ ہمارے مخاطب ہیں انہیں سے کتنوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ لیکن ہم تو اس پہلو سے بھی افضال الٰہی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں صرف کافی تعداد میں نومسلم ہی نہیں دیئے بلکہ ایسے نومسلم دیئے ہیں جن میں صاحبِ وجاہت و مرتبہ اور صاحبِ علم و فضل انسانوں کی کمی نہیں۔ مختصراً یہ عرض ہے کہ جس قدر ہم مغرب کے لوگوں سے زیادہ واقف ہوتے چلے جاتے ہیں اسی قدر ہمارا الیقین اس بات پر بڑھتا چلا جاتا ہے کہ یہ قوم اسلام کی اصول کو قبول کرنے کے لیئے بہت تیار ہے۔ خود حالات زمانہ نے اور بعض دوسرے اسباب نے جو اس وقت پیدا ہو گئے ہیں مغربی دل میں اسلام کی قدر و عظمت بڑھا دی ہے یہ محض پُرجوش حمایت کے خیالات نہیں بلکہ واقعات اور اعداد ان بیانات کے موید ہیں ✦

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا جو کچھ ہم کو کرنا تھا کر لیا ہے۔ برادران اسلام! میں آپ سے ہی یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ لوگوں نے فرداً فرداً اور بحیثیت مجموعی اپنا فرض ادا کر دیا ہے قرآن کریم کو کھولو۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو پڑھو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ تبلیغ کا کام ہمارے کل کے کل فرائض میں سب پر مقدم ہے۔ ایک مسلمان کا وطن تو ساری دُنیا ہی ہے۔ اور ملکوں اور قوموں کی عارضی حدود اسلام کی عالمگیر وسعت کے سامنے ہیچ ہیں۔ آخر ایک دن تم سب کو خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن کے نیچے پناہ تلاش کرنی ہے۔ وہاں کیا جواب دو گے کہ اس پاک پیغام کو پہنچانے میں جس کا ساری دُنیا میں پہنچانا ہمارا سب سے پہلا فرض قرار دیا گیا تھا۔ ہم نے کس قدر کام کیا ہ؟

دُنیا میں ایک انقلاب عظیم ظہور پذیر ہوا ہے۔ عیسائی مذہب کو اس جنگ سے ایسا صدمہ پہنچا ہے کہ اب انسانوں کی توجہ پر اسے وہ دسترس حاصل نہ ہوگی جو پہلے حاصل تھی۔ مذہب کے بارے میں یہاں ایک کشمکش کا عالم ہے۔ پہلے عقاید نکلتے جا رہے ہیں اور نیا بیج بویا جانے کا وقت ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہم اسلام کے لیئے کمربستہ ہو جائیں اللہ تعالے نے بھی ہمیں ایسا موقعہ دیا ہے کہ ہم لوگوں کے لیئے اسلام کے اندر ایک دلچسپی کا سامان پیدا کر دیں۔ بہت سے حلقوں میں ہم نے اسلام کی وہ قابل برداشت اور معقول عزت پیدا کر دی ہے جس کا مشنریوں کو فکر ہے۔ اس دلچسپی کو قائم رکھنا یا بڑھانا اس کا انحصار آپ لوگوں پر ہے۔

یاد رکھو کہ اسلام کی اشاعت ہی وہ کام ہے جو تمہیں ایسے دیرپا فوائد سے متمتع کریگا جو دوسری شاخوں میں کام کر کے تم کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ قرآن کی تعلیم کے مطابق وہ کام جس کو میں نے یہاں شروع کیا ہے آپ لوگوں کا سب سے پہلا فرض ہے اور آپ اور آپ کے انفاق فی سبیل اللہ پر اس کام کا سب سے مقدم حق ہے۔ مگر میں اس غرض کے لیئے آپ سے التجا نہیں کرتا۔ میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں جس سے اس مشن کی مالی بنیاد مستحکم ہو جائے گی اور کسی کو نقصان بھی نہیں اُٹھانا پڑے گا۔ جس چیز کی

سخت ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اعلےٰ درجہ کا اسلامی مذہبی لٹریچر خاص خاص حلقوں میں جسقدر ممکن ہو کثرت کے ساتھ اشاعت پذیر ہو۔ ہزارہا دل ہیں جن سے وہی آواز نکلتی ہے جو ایک مسلمان کے دل سے نکلتی ہے۔ یقین اور ایمان کے رو سے وہ ہمارے بہت سے اعتقادات میں متفق ہیں۔ اُن کی حالت ایسی ہے کہ ہمیں اُن کو اسلام میں لانے کے لیئے چنداں کوشش کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اُنھیں نے صرف ہمارے ساتھ اتحادِ عقیدہ کا اعلان کرنا ہے بہت سے ایسے ہیں کہ مذہبی دائرہ میں ان کے خیالات اور اعتقادات کو ہمیں صرف ایک اسلامی نام ہی دینا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ قریباً قریباً مسلماں ہی ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ وہ مسلمان ہیں۔ ہم کو اپنا لٹریچر پیش کر کے اُنہیں صرف اس قدر بتانا ہے۔ کہ جو کچھ ان کے خیالات ہیں وہ اسلامی ہیں۔ اور درحقیقت وہ مُسلمان ہیں پچھلی صدی نے مغرب میں بہتیرے ڈریپر، سپنسر، انگرسول اور امرسن پیدا کیئے ہیں۔ اُن کو دہریہ کہو یا ایک خدا کے ماننے والے کہو۔ یہ تمہارا اختیار ہے۔ لیکن جو کچھ اُنھوں نے کلیسیا کے علم الٰہیات کے متعلق ظاہر خیال کیا وہ سچے غور اور بے تعصب تحقیقات کا نتیجہ تھا۔ وہ مجبوراً ایسے بنے جیساکہ اُنھوں نے اظہار کیا۔ اگر اسلام اپنے اصلی رنگ میں اُن کے سامنے پیش ہوتا تو وہ مادی تاثرات کو قبول نہ کرتے۔ مگر اب بھی کچھ نہیں گیا۔ کھیت میں ہل چلانے کا وقت آگیا ہے۔ زمین تیار ہے۔ سخت اور دشوار کام ہو چکا ہے۔ اور صرف تخم ریزی اور آبپاشی کا مناسب انتظام کرنا ہے۔ اور حسب دلخواہ نتائج جلد دیکھنے میں آجائیں گے +

اسلامک ریویو کی اگلی جلد میں میرا ارادہ ہے کہ ایسے مضامیں لکھوں جن میں یہ بتایا جائے کہ جو عقاید کی عمارت گرائی گئی ہے۔ اب اس کی بجائے ہم کیا بنانا چاہتے ہیں۔ مولوی صدرالدین صاحب کی ان تھک کوششوں اور محبت کرنے والی طبیعت نے ہمارے لیئے بہت سے قیمتی نامہ نگار پیدا کر دیئے ہیں۔ مسٹر قدوائی کے وجود میں بھی ہمیں ایک بیش بہا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ مسٹر عبدالقیوم ملک۔ بی۔ اے (علیگ) بھی ہمارے اس کام میں اعانت کے لیئے یہاں آئے ہیں اور بڑا مفید کام کر رہے ہیں۔ اس لیئے ہم نئے کام کے لیئے انشاءاللہ تعالےٰ خوب تیار ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ ایک سلسلہ مضامین ارتقائے

انسانی کے عظیم الشان سوال پر بحث کرنے اور اس میں اسلام کا حصہ دکھانے کے لیئے لکھا جائے۔ ایک حصہ قرآن کا تفسیر کے ساتھ درج ہوتا ہے۔ کچھ ترجمہ حدیث کا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر بھی کچھ نکلتا رہے۔ اسلام کے اندر جو بڑے بڑے لوگ ہوئے ہیں کچھ حصہ اُن کے تذکروں کا ہو۔ مسلمانوں نے سائینس کو ترقی دینے میں جو حصہ لیا ہے کچھ ان کوششوں کو بھی پبلک کے سامنے لایا جائے۔ زبانِ عربی کے کمالات کو دکھایا جائے وغیرہ وغیرہ

میں یہ چاہتا ہوں کہ غیر اسلامی دائرہ میں ہم پرچہ کی مفت اشاعت کی توسیع کر سکیں۔ سلطنتِ متحدہ میں ہزاروں کتب خانے ہیں جو بڑی خوشی سے رسالہ کے لینے اور اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرنے کیلئے تیار ہیں۔ مشن کے موجودہ ذرائع اس قدر محدود ہیں کہ میں اس کام کے لیئے گنجایش نہیں دیکھتا۔ اس لیئے میں چند تجاویز اس رسالہ کے پڑھنے والوں اور تبلیغ اسلام کے کام سے ہمدردی رکھنے والوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اوّل یہ کہ وہ ریویو کے لئے زیادہ خریدار پیدا کرنے کی کوشش کریں جس قدر خریداروں کی تعداد میں ترقی ہو گی وہ گویا مشن کی آمد کی ترقی ہے۔ چونکہ رسالے کا منافع بھی مشن کے اخراجات کو پورا کرنے میں ہی صرف ہوتا ہے۔ اس لیئے میں اپنے موجودہ خریداروں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ ہر خریدار دو نئے خریدار ہمیں دے دوئم۔ مفت اشاعت کے لیئے کچھ کاپیوں کی قیمت حسب توفیق ہمیں دی جائے تاکہ اس طرح پر یہاں کے غیر اسلامی دائرہ میں ہم مفت اشاعت کی توسیع کر سکیں سوئم۔ اس قسم کے عطیہ جات کی معقول رقوم ہمیں دیجائیں جن کے ساتھ ہم تمام کتب خانوں میں اسلامک ریویو کی کاپیاں دے سکیں۔ اس طرح پر جو فائدہ حاصل ہو گا وہ بہت بیش بہا ہو گا۔ کیونکہ لاکھوں انسانوں کی نظر سے یہ رسالہ گذرے گا۔ چہارم۔ اس کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کتابوں کی صورت میں اور مذہبی لٹریچر پیدا کرنے کے لیئے اور اُن کو برائے نام قیمت پر اشاعت کرنیکے لیئے ہمیں کافی فنڈ دیا جائے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں میں نے کچھ احادیث نبوی کا انگریزی

ترجمہ اس طرح پر شائع کیا تھا اور ایک فیاض خاتون مرحوم نواب حکیم الدولہ بہادر حیدرآباد دکن کی بیگم صاحبہ نے اس کی تمام لاگت بطور عطیہ مرحمت فرمائی تھی۔ اس چھوٹی سی کتاب نے تبلیغ اسلام میں نہایت قیمتی کام ہی دیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ بخاری کا ترجمہ انگریزی زبان میں کروں۔ کوئی ہمدرد اسلام اس کے لیئے مجھے روپیہ دے تو میں اپنی محنت کا کوئی معاوضہ نہیں لوں گا۔ اس قسم کی امدادی رقوم کا حساب بالکل الگ رکھا جاوے گا۔ اور وہ اسی کام پر خرچ ہونگی جس کام کے لیئے دی گئی ہیں۔ بالآخر میں ایک اور درخواست بھی کرتا ہوں۔ اگلا نمبر پانچویں جلد کا پہلا نمبر ہوگا۔ اور میں نے اپنے لاہور کے دفتر میں یہ ہدایت دی ہے کہ خریداران ہندوستان کے نام وہ نمبر وی پی کر دیا جائے میں امید کرتا ہوں کہ میرے معاونین اس وی پی کی رقم کو ادا کر دیں گے تا کہ ہمارے کاروبار میں سہولت ہو۔ جو ہندوستان سے باہر کے خریدار ہیں اُن کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنی قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں وہ وقت بھی اب آگیا ہے کہ ہم اپنی تبلیغی کوششوں کے لیئے ایک اور مرکز لندن میں قائم کریں۔ اسلام پر لیکچروں میں اب سامعین کی تعداد خوب ہو جاتی ہے۔ اور اُن کی قدر کی جاتی ہے۔ اگر مجھے اس قسم کی امداد مل سکے کہ میرا کام ووکنگ میں چلتا رہے تو میں بڑی آسانی سے لندن میں کام شروع کر سکتا ہوں۔ اب بھی کبھی کبھی ہم وہاں لیکچروں کا انتظام کرتے ہیں۔ مگر مستقل طور پر کام کرنے سے ہی عمدہ نتائج کی توقع ہو سکتی ہے۔ اگر اسلامک ریویو کے فنڈ مجھے ایک اور معاون رکھنے کی اجازت دیں۔ تو میں فوراً اس کام کو شروع کر دونگا۔ اس لیئے سب بھائیوں کی خدمت میں میری التماس ہے کہ موجودہ تعداد خریداران کو دوگنا کرنے کی کوشش کریں۔

آپ کا بھائی

خواجہ کمال الدین

نوٹ:۔ رسالہ اشاعت اسلام جنوری میں اُن اصحاب کے نام وی پی ہوگا جن کا سال اس رسالہ کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔

ارتداد اور اسکے نتائج

مسئلہ ارتداد اسلام کے معترضین کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اسلام کے خلاف ہر قسم کا ظلم اور وحشیانہ پن منسوب کرتے ہیں۔ مگر اس سے بڑھ کر بے بنیاد حملہ بھی کم ہی ہؤا ہوگا۔ عموماً تعصب اور ناواقفیت نے ملکر اسلام کے خلاف ایک ایسا میلان طبائع میں پیدا کر دیا ہے کہ بہت سی بے بنیاد باتیں اسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ کہ فی الواقع ایسی باتیں اسلام کی طرف کس حد تک منسوب ہو سکتی ہیں۔ بالخصوص عیسائی مشنری سلسلہ میں عموماً پاک اور صحیح اسلامی اصول کی ناواقفیت ہی طرح طرح کے پیرایوں میں ظہور پذیر ہو کر اسکا ایک تاریک نقشہ اور سیاہ منظر ناواقف لوگوں کے سامنے پیش کرتی رہتی ہے۔ اور یہ لوگ اسلام کے متعلق بے رو رعایت اور منصفانہ باتوں کے سننے یا پھیلنے کو پسند نہیں کرتے۔ اور زود اعتقاد لوگوں کی ناواقفی اور توہمات سے فائدہ اٹھانے کی ناجائز کوشش کرتے ہیں۔ کبھی تو یہ راگ گایا جاتا ہے کہ اسلام میں عورت کی حالت سخت ذلت کی حالت ہے۔ اور کبھی سارا زور اس پر صرف کیا جاتا ہے کہ اسلام نے مرتدین کے متعلق بڑے خوفناک اور وحشیانہ مظالم روا رکھے ہیں۔ حالانکہ جو تصویر ان مظالم کی پیش کی جاتی ہے وہ اسلامی قانون کی تصویر نہیں بلکہ اپنے ہی گھر کے محکمۂ تحقیقات مذہبی کے جنون مذہبی کا خاکہ اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کے اور بہت سے ذرائع اس لیئے ایجاد اور اختیار کیئے جاتے ہیں کہ تا ایک ذہین اور حساس پبلک کے دلوں میں اس مذہب کے خلاف سخت تنفر پیدا کیا جائے۔ جو ان کے خیال میں اس قسم کے مظالم کو روا رکھتا ہے۔ لیکن چونکہ اب وہ زمانہ گذر گیا ہے۔ جب ہر بات بلا تحقیق قبول ہوتی چلی جاتی تھی۔ اور طبائع کا رجحان بدل کر ہر چیز کی اصلیت دریافت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور ہر بیان کے اوپر

تنقید کی روشنی ڈالنی ضروری خیال کی جاتی ہے۔ اس لیئے ان جلوں میں اب وُہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی جو پہلے حاصل ہو سکتی تھی +

اس بات کی ضرورت مشنری مسیحیوں کو کیا پیش آئی ہے کہ وہ اسلام کے مسئلہ ارتداد پر اپنی قوت صرف کریں؟ شاید اس لیئے کہ ایک سادہ مگر سمجھدار پبلک کی توجہ کو اپنے مذہب کے ان تاریک پہلوؤں سے جو اُس کے بعض پروہتوں کی وجہ سے ظاہر ہوئے ہیں ہٹا کر کسی اور طرف پھیر دیا جائے۔ اور وہ بُرائیاں جو اپنے اندر پائی جاتی ہیں اُن کو اپنے حریف کے ذمہ لگایا جائے۔ کہ تا اس حریف کے متعلق جس کا قدم روز بروز ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ مہذب اور شائستہ طبائع میں تنفر پیدا ہو جائے +

ارتداد کا سوال دوسرے مذاہب میں نہ حل ہو سکا ہو تو الگ بات ہے۔ مگر اسلام میں اس مسئلہ کا حل مشکلات کے ساتھ وابستہ نہیں۔ ہم بلاخوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض ارتداد مذہبی پر اسلام نے اس دُنیا میں کوئی سزا تجویز نہیں کی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام کی اصلی کامیابی اس کے اصول کی معقولیت میں ہے۔ اور اس سچے دین الٰہی کی بڑی بڑی فتوحات اسی وجہ سے ہیں کہ بوجہ معقول اور سادہ ہونے کے یہ بہت جلد طبائع پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ اور فطرت انسانی کے مطابق ہونیکے سبب سے اس فطرت پر ایسا گہرا اثر ڈالتا ہے جس کو پھر کوئی چیز مٹا نہیں سکتی۔ اور جس طرح اسلام کے تمام اصول میں معقولیت پائی جاتی ہے۔ مسئلہ ارتداد میں بھی اُس نے معقولیت کا پہلو ہی اختیار کیا ہے اور ان لوگوں پر قتل کا فتوےٰ نہیں دیا جو دلائل کے ساتھ اسکے احکام اور اصول کو سمجھ نہیں سکتے +

چونکہ مذہبی جوش جب غالب ہوتا ہے تو بسا اوقات معقولیت کے پہلو کو بھی دبا لیتا ہے۔ اِس لیئے بطور پیش بندی قرآن کریم نے ایک نہایت صاف اور سیدھا اصول شروع میں ہی بیان کر دیا ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا واللہ سمیع علیم (البقرہ - ۲۵۷)۔ "دین کے معاملہ میں

جبر کوئی نہیں۔ سیدھی راہ غلطی سے کھلی کھلی الگ ہو گئی ہے۔ پس جو شخص حد سے بڑھی ہوئی غلطی (طاغوت) کا انکار کرتا ہے۔ اور اللہ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ ایک ایسے مضبوط دستہ کو پکڑ لیتا ہے۔ جو ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے" اور اس کے ساتھ ہی اسی اصول کو اور مضبوط کرنے کے لئے فرمایا۔ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔ "اللہ ان لوگوں کا کارساز ہے جو ایمان لائے سخت تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے"

ان آیات قرآنی کے الفاظ اور معنی ایسے صاف اور بدیہی الدلالت ہیں کہ زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں۔ اس سے زیادہ حق اور راستی کی بھری ہوئی بات اس قدر مختصر الفاظ میں نہیں کہی جا سکتی۔ جس میں ایسے حالات کے اندر صحیح رستہ عمل کا انسان کو بتایا جا سکے اور درحقیقت یہ خوشی کی بات ہے کہ جب سے یہ اصول بیان فرمایا گیا اُن لوگوں کے ساتھ جنھوں نے ایسی واضح صداقت پر اپنی پیٹھ پھیر دی اُسی کے مطابق سلوک ہوتا رہا۔ یہ اصول نہایت محکم الفاظ میں قائم کر دیا گیا ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر کوئی نہ ہو گا۔ اور اس کی وجہ بھی ساتھ ہی بیان کر دی گئی ہے یعنی یہ کہ جبر تو اُس صورت میں کیا جاتا جب دلائل صاف اور واضح نہ ہوتے۔ مگر حق کو باطل سے ایسی صفائی سے الگ کر کے رکھ دیا گیا ہے کہ اب کسی جبر کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ رستہ ایسا صاف کر دیا گیا ہے کہ موٹی سے موٹی واقفیت کا آدمی بھی اس میں غلطی نہیں کھا سکتا۔ خود اس کی راستبازی اور صداقت ہی اس کی طرف کافی بلانے والی کشش ہے۔ اور اس کشش کی قوت کو بڑھانے کے لئے کسی انسانی طاقت کی ضرورت نہیں۔ اس کی سچائی وہ بلند مشعل ہے جس کی شعاعوں کو کوئی انسانی کوشش کمزور نہیں کر سکتی۔ اور اس بات کو ساری کائنات کا مالک اپنے ذمہ لیتا ہے۔ اور اپنا قول ہمیں دیتا ہے کہ یخرجھم من الظلمت الی النور۔ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر وہ خود ہی روشنی میں لائے گا۔ درحقیقت اسلام کا پیغام بالکل بے معنی اور بیہودہ ہوتا۔ اگر اُس کی کامیابی کا انحصار اس کی اپنی صداقت

پر نہیں۔ بلکہ انسان کی مدد پر ہوتا۔ یہ بات مضحکہ خیز ہے۔ کہ کلام تو خدا کا ہو اور اسکی صداقت کا ثبوت انسانی امداد کے بغیر نہ ہو سکتا ہو۔ ایسی امداد جسمانی رنگ کی ہو یا ذہنی اور عقلی۔ اور اگر ایسی صفائی کے ساتھ ہم کو بتا دیا گیا ہے کہ دین اسلام میں لوگوں کو داخل کرنے کے لئے جبر کو کام میں نہیں لایا جائے گا تو کیا یہ معقول بات ہے کہ جو دین اسلام میں داخل ہو جائے اُسے جبراً اس سے نکلنے نہ دیا جائے۔ حالانکہ جسطرح کوئی شخص دین اسلام میں داخل ہونے سے اس لئے رُک سکتا ہے کہ اس کا دلائل سے اطمینان نہیں ہوا۔ ایسا ہی ایک شخص داخل ہو کر ممکن ہے کہ دلائل سے اطمینان حاصل نہ کر سکے۔ پھر جس طرح ایک غیر مطمئن کو جبراً اسلام میں داخل کرنا منع ہے۔ ظاہر ہے کہ اسی طرح ایک غیر مطمئن کو جبراً اسلام کے اندر رکھنا منع ہونا چاہیئے۔ مگر صرف یہی استدلال ہی مسئلہ ارتداد پر ہمارے ہاتھ میں نہیں بلکہ قرآن کریم نے خاص طور پر ارتداد کا ذکر بھی فرمایا ہے اور اس کے نتائج کو بھی بتایا ہے۔ خود لفظ ارتداد قرآن شریف میں دو مرتبہ استعمال ہوا ہے اور ذیل کی آیات میں ارتداد اور اُسکے نتائج کا کھلے الفاظ میں ذکر ہے۔ یعنی ایک سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۴ میں جہاں فرمایا۔ ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون۔ "اور یہ لوگ (یعنی کافر) تم سے جنگ کرتے ہی رہیں گے۔ یہاں تک کہ اُن کا بس چلے تو تم کو اپنے دین سے واپس پھیر کر ہی رہیں۔ اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور پھر کافر ہونیکی حالت میں ہی مر جائے تو ایسے لوگوں کے کام دنیا اور آخرت میں بے نتیجہ رہتے۔ اور وہ آگ والے ہیں۔ اسی میں رہیں گے۔ مگر دُوسری جگہ سورہ مائدہ کی آیت ۶۱ میں فرمایا۔ یایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ

ایک قوم کو لے آئے گا جسے وہ محبت کرتا ہے۔ اور جو اس سے محبت کرتے ہیں۔ مومنوں کے لیئے وہ لوگ نرم ہونگے۔ کافروں کے مقابلہ میں غالب "

اِن ہر دو حوالوں سے قارئین خود صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس بات کا کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ قانون اسلامی کا اصل منبع اور ماخذ قرآن شریف ہی ہے۔ اور مندرجہ بالا آیات میں ارتداد کے سوال پر فیصلہ کن قانون موجود ہے۔ پہلی آیت میں ارتداد کی سزا کا بھی ذکر ہے۔ مگر وہ سزا یہ نہیں کہ مرتد کو قتل کردو یا اُس کے حقوق سلب کر دیئے جائیں بلکہ مرتد کی سزا اللہ تعالےٰ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ۔ واولئک اصحاب النار۔ یعنی اُن کے کام خواہ وہ دنیا کے لیئے ہوں اور خواہ آخرت کے لیئے بے نتیجہ رہیں گے۔ اور وہ اصحاب النار ہونگے کیونکہ اُنھوں نے راہِ حق کو چھوڑ دیا ہے۔ دُوسری آیت میں بھی مرتد کے لیئے کوئی جسمانی سزا تجویز نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو مُسلمان غمگین نہ ہوں۔ کیونکہ ایک مرتد کی بجائے ایک قوم کی قوم دین اسلام میں داخل ہو جائیگی۔

لیکن بعض عیسائی مصنفوں نے یہاں تک ظلم کیا ہے کہ لفظ "قیمت" کا ترجمہ غلط کر دیا ہے۔ تاکہ ان الفاظ سے یہ ثابت ہو کہ مرتد کو قتل کیا جانا ضروری ہے۔ لفظ "قیمت" کے معنے ہر ایک شخص جسے عربی زبان سے کچھ بھی واقفیت ہے۔ آسانی سے سمجھ سکتا ہے اسکے معنے صرف اس قدر ہیں کہ "وہ مر جائے"۔ لیکن بعض عیسائی مترجمین نے اس کا ترجمہ یُوں کر دیا ہے۔ اسے "مار دیا جائے"۔ راڈ ویل نے صحیح ترجمہ "وہ مر جائے" ہی اختیار کیا ہے۔ اب لفظ موت قدرتی موت پر بولا جاتا ہے۔ مارنے کے لیئے لفظ قتل ہے۔ اور قرآن کریم نے موت کا لفظ اختیار کیا ہے نہ قتل "جیسا کہ قرآن کے صاف الفاظ سے ظاہر ہے۔ جو امر یہاں بیان کیا گیا ہے وہ صرف اس قدر ہے۔ کہ اسلام کے دشمن ایڑی چوٹی تک زور اس بات کے لیئے لگا رہے ہیں کہ ظالمانہ ایذادہی سے مُسلمانوں کو اُن کے دین سے پھیر دیں۔ اس لیئے اگر واقعی کوئی مُسلمان کفر کیطرف ہو جائے۔ تو وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی نقصان اُٹھائے گا۔ کیونکہ

اسلام کو ترک کر کے وہ نہ صرف ان روحانی فوائد سے ہی محروم رہجائیگا جو بحیثیت ایک مسلم کے وہ حاصل کر سکتا تھا۔ بلکہ ان جسمانی فوائد سے بھی وہ قطعًا بے نصیب رہیگا جو اسلام کے آخری غلبہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کو حاصل ہونے والے تھے۔ اور نہ یہاں نہ کسی دوسرے موقعہ پر قرآن شریف میں یہ اشارہ تک بھی پایا جاتا ہے۔ کہ مرتد کو قتل کر دیا جائے یا اُس کو کوئی اور سزا دیجائے۔" (انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن)

گو لفظ ارتداد جو اصطلاحی لفظ دین سے پھر جانے کے متعلق ہے دو مرتبہ ہی قرآن کریم میں استعمال ہؤا ہے۔ مگر اسلام کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانیکا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آتا ہے۔ اور ان میں سے کسی موقعہ پر اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جانے کی سزا کا ذکر نہیں۔ یعنے یہ کہ ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ذیل کی آیات قرآنی اس پر شاہد ہیں:۔

من كفر بالله من بعد ايمانه الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم ○
ذالك بانهم استحبوا الحيوة الدنيا على الاخرة وان الله لا يهدى القوم الكفرين ○
اولئك الذين طبع الله على قلوبهم وسمعهم وابصارهم واولئك هم الغافلون ○
لاجرم انهم فى الاخرة هم الخاسرون ○

جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ کا کفر کرتا ہے۔ نہ وہ جسے مجبور کیا گیا۔ اور اسکا دل ایمان پر مطمئن ہو بلکہ وہ جس کا کفر پر شرح صدر ہو جاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں پر اللہ کیطرف سے غضب ہے۔ اور اُن کے لیئے بڑا عذاب ہے۔
یہ اس لئے کہ انھوں نے دُنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور اس لئے۔ کہ اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔
یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور انکے کانوں اور اُن کی آنکھوں پر اللہ نے مُہر لگا دی۔ اور یہ لوگ غافل ہیں +
لاجرم آخرت میں وہ نقصان اٹھانیوالے ہونگے (النحل ۱۰۸-۱۱۰)

ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا ؀	وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھ گئے یہ نہیں ہوگا کہ اللہ اُن کی حفاظت کرے اور نہ یہ کہ وہ اُن کو رستہ کی ہدایت کرے (النساء ۱۳۶)

یہ قابل غور امر ہے کہ جو آیات اوپر نقل کی گئی ہیں وہ اس زمانہ سے لے کر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ میں تھے۔ اس وقت تک کی ہیں۔ جب مدینہ میں آپ بحیثیت ایک بادشاہ کے تھے اور طاقت آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آخری آیت جو ہم نے اوپر نقل کی ہے سورہ النساء میں سے ہے جو پانچویں سال ہجرت کے قریب کی ہے۔ جب مدینہ میں اور اُس کے کچھ اردگرد اسلام کی حکومت قائم ہو چکی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ مکہ میں مرتدین کے متعلق کہا گیا تھا۔ وہی حکم مدینہ میں بھی رہا۔ یعنی مرتدین کے احکام شروع سے آخر تک ایک ہی رہے۔ غرض قرآن کریم سے جسقدر بھی شہادت پیدا ہوتی ہے اُس میں کہیں اشارہ تک بھی نہیں۔ کہ جو شخص دین اسلام کو اختیار کر کے پھر منحرف ہو جائے اُسے قتل کر دیا جائے۔ یا کوئی اور سزا اسے دیجائے۔ اور چونکہ قرآن ہی اصل ماخذ قانون اسلام کا ہے۔ اس لیئے یہ شہادت فیصلہ کن ہے۔ آخری حوالہ سورہ النساء کا آخری زمانہ کا ہونے کی وجہ سے اور بھی فیصلہ کن ہے۔ اور اس کے الفاظ اپنے اندر یہ شہادت رکھتے ہیں کہ مرتد کو قتل کرنے کا حکم اسلام میں جاری وساری نہ تھا۔ کیونکہ وہاں دوبارا ایمان لانے اور دوبار کفر کی طرف لوٹ جانے کا ذکر ہے۔ پس اگر اس شخص کو جو اسلام لانیکے بعد کفر کی طرف لوٹ جائے قتل کرنے کا حکم ہوتا تو اس کو یہ موقع کہاں ہوتا۔ کہ وہ دوبارہ اسلام لائے اور پھر دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جائے ۔

الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا۔ جو لوگ ایمان لائیں اور پھر کافر ہو جائیں۔ پھر ایمان لائیں پھر کافر ہو جائیں۔ پھر کفر میں بڑھتے چلے جائیں کیا ان الفاظ میں صاف ظاہر نہیں کہ ارتداد کی سزا قتل نہ تھی۔ پس نہ صرف قرآن میں مرتد کو قتل کرنے کی سزا کا ذکر نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف شہادت موجود ہے۔ کہ مرتد قتل

نہ کیا جاتا تھا +

اب ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں تو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی واقعہ ایسا نظر نہیں آتا۔ کہ آپ نے کسی مرتد کو قتل کرایا ہو۔ یا اُسکے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہو۔ یعنی محض ارتداد کی وجہ سے کسی کو سزائے قتل دی ہو۔ ہاں اگر ارتداد کے ساتھ کسی نے کوئی اور جرم کیا ہو۔ جس کی سزا موت ہو تو اس صورت میں قتل کی سزا ارتداد کی وجہ سے نہیں کہلائے گی۔ مگر اس دوسرے جرم کی سزا ہو گی۔

پس قانون اسلامی کے دونوں ماخذ یعنی قرآن شریف اور سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس بات پر شاہد ہیں کہ جو الزام اسلام پر دیا جاتا ہے۔ کہ دین اسلام سے پھر جانے کی سزا قتل قرار دے کر لوگوں کو جبراً دین اسلام کے اندر رکھا۔ وہ سراپا غلط اور محض افترا ہے۔ اسلام کے عام قوانین کو دیکھا جائے تو اُس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ان قوانین کا میلان یہی ہے کہ ہر مرد اور عورت کے سامنے اُسکے فرائض اور اُس کی ذمہ واریاں لکھدی ہیں۔ اور ایک قانون زندگی کا اُسے دیدیا ہے جسکی ضرورت اور جس کا ہر قدم پر استعمال اس کی پیروؤں کی زندگی میں پایا جاتا ہے۔ اور اس قانون کا پابند کرنے کے لیئے کسی ظاہری طاقت سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ حق یہ ہے کہ ایک مذہب کا دوسرے کو اختلاف مذہب کی وجہ سے تکلیف پہنچانا یا ایک ہی مذہب کے اندر ایک غالب فرقہ کا دوسرے فرقہ کو تکلیف پہنچانا۔ صرف دلائل سے اپنے مذہب کو نہ منوا سکنے کا نتیجہ ہی ہے۔ چنانچہ ہر نبی کے ظہور کے وقت ہی حق کو خاموش کرنے کے لئے طاقت انسانی سے کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ جب حق کی تردید دلائل سے نہیں ہو سکتی تو پھر زور سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن اس طرح یہ آزار دہی حق کے لیئے روک ہونے کی بجائے اس کی اشاعت میں ہمیشہ معاون ثابت ہوئی ہے۔

اسلام کے نزدیک کسی شخص کا کسی مذہب کو قبول کرنا محض ایک ایسا معاملہ ہے جو خدا اور انسان کے درمیان ہے۔ اور جس کا کسی دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ پس جس طرح کوئی طاقت انسانی یہ حق نہیں رکھتی کہ کسی اصول کو بزور منوائے۔ اسیطرح

کسی طاقت انسانی کو یہ حق حاصل نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ وہ کسی اصول پر لوگوں کو بزور قائم رکھے۔ یہی وہ اصول ہے جو قرآن کریم نے بھی سکھایا ہے۔ اور یہی عملدرآمد ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی اسلام کی تعلیم کا خلاصہ اور نچوڑ ہے +

ابراہیم کا مذہب

(ایک خطبۂ جمعہ)

یسوع مسیح ایک مسلم اور اسلام کے ایک رسول تھے

ومن یرغب عن ملة ابراھیم الا من سفه نفسه ولقد اصطفینه فی الدنیا وانه فی الاخرة لمن الصالحین ۔ اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین ۝ ووصی بها ابراھیم بنیه و یعقوب یبنی ان الله اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا و انتم مسلمون ۝ (البقرة ۱۳۰ - ۱۳۲)

اور کون ابراہیم کے مذہب سے ہٹتا ہے۔ مگر وہی جو اپنے آپ کو بیوقوف بناتا ہے۔ اور ہم نے اس کو دنیا میں پاک کیا۔ اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ہے۔ جب اس کے رب نے اسے کہا فرمانبردار ہو جا۔ اس نے کہا میں تمام جہانوں کے پروردگار کا فرمانبردار ہوا۔ اور اسی بات کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی۔ اے میرے بیٹو اللہ نے تمہارے لیئے اس دین کو پسند کیا ہے۔ پس تم پر موت نہ آئے۔ مگر اس حال میں کہ تم فرمانبردار ہو +

ابراہیم کی اپنی اولاد کے لیئے کیا ہی پاک وصیت ہے۔ لا تموتن الا وانتم مسلمون۔ تم پر موت آئے تو اس حال میں تم کو پائے۔ کہ تم خدا کے کامل فرمانبردار ہو

مگر یہ ابراہیم کی وصیت ہم میں سے ہر ایک کے لیئے ایک سنہرا قانون ہے کہ اس زندگی کو جو خداوندِ عالم نے ہم کو لغو طور پر نہیں دی بلکہ بعض اغراض کو پورا کر نیکو دی ہے۔ ہم کس طرح بہترین طریق پر صرف کرسکتے ہیں۔ موت جو دُنیا کے تمام تیقنات سے بڑھ کر یقینی ہے مگر جہاں تک اس کے آنے کے وقت اور جگہ اور طرز کا سوال ہے۔ انسان کو اس سے کیسا بے خبر رکھا گیا ہے۔ کون جانتا ہے کہ کب وہ وقت آئے گا۔ جب اس جسم خاکی کو چھوڑ کر ایک دوسرے عالم میں ہم کو داخل ہونا اور تمام تعلّقات فانی سے الگ ہو کر مالک حقیقی کے حضور جوابدہی کرنا ہوگا۔ کیسی افسوسناک حالت ہماری ہوگی۔ اگر اس وقت ہم ملزم ثابت ہوئے۔ جب جوابدہی کا وقت آپہنچے اور یقیناً اس کے سوائے دُوسری حالت میں ہم اپنے کو آپ نہیں پاسکتے۔ اگر ہم ہر وقت موت کو یہ چیلنج دینے کے قابل نہ ہوں کہ آ اور تو ہم کو سچے مسلم۔ خدا کے کامل فرمانبردار اور اُس کی رضا پر چلنے والے نہ پائیگی ہاں ابراہیم کی طرح چاہیئے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک یہ کہنے کے قابل ہو۔ اسلمت لرب العالمین۔ میں رب العالمین کا پورا فرمانبردار ہوں +

ابراہیم کے یہ لفظ درحقیقت تعلیم اسلامی کا خلاصہ ہیں۔ اس اسلام کا جو حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں پر نازل کیا گیا۔ اور سب نے اُس کی تعلیم دی۔ احکام اور فرمانبرداری کا مذہب جو نجات انسانی کے لیئے ایک ہی خوشخبری ہے۔ ہر ایک نبی خواہ وہ مشرق میں ہوا ہو یا مغرب میں۔ خدائے ذوالجلال کی طرف سے ایک ہی پیغام لاتا رہا ہے۔ اور ہماری نجات میں اسوقت کوئی شبہہ باقی نہیں رہ جاتا جب ہم اس پیغام کو سچے دل سے قبول کر کے اُس پر عمل پیرا ہوں بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ ہاں ہاں جو کوئی شخص بھی اپنے آپ کو کامل طور پر اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیتا ہے۔ اور وہ مخلوق الٰہی کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ تو وہ اپنے رب سے اپنا اجر بھی لیتا ہے۔ اور ایسے لوگوں پر کوئی خوف نہیں نہ وہ غمگین ہونگے (البقرہ - ۱۱۲) کیا یسوعؑ خود مسلم نہ تھا۔ اور کیا وہ اسلام کی تعلیم نہ دیتا تھا۔ جب اُس نے اپنے

شاگردوں کو کہا " یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا۔ میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پورے کرنے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔ پر جو کہ عمل کرے اور سکھلاوے وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا (متی باب ۵ ورس ۱۷-۱۹) آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلانا کیسا عظیم الشان مقام ہے اور کون اُس کی خواہش نہیں کرتا۔ مگر نسل انسانی میں سے ہر ایک اُسے پا سکتا ہے۔ اگر وہ احکام کو سکھلاوے اور اُن پر عمل کرے جیسا کہ یسوع مسیح کی اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی اگر وہ خود مسلم ہو اور دوسروں کو اسلام کی تعلیم دے۔ کیا مسیح کے یہ الفاظ صرف تاریخی رنگ میں عزت کے قابل رہ گئے ہیں یا اب بھی وہ ہماری روزمرہ زندگی میں ایک زندہ طاقت کا کام دے سکتے ہیں اور عمل میں لائے جانے کے قابل ہیں۔ لیکن پولوس اس کے خلاف کہتا ہے " تم شریعت کے ماتحت نہیں بلکہ فضل کے ماتحت ہو " (رومیوں ۶ : ۱۴) لیکن خود حضرت مسیح ان الفاظ پر ایمان لاتے تھے۔ اور جب تک اس دُنیا سے رخصت نہیں ہوگئے ان پر عمل کرتے رہے۔ وہ کس قدر پابند احکام تھا۔ کہ محض شریعت کو پورا کرنے کے لئے اسے یوحنا بپتسمہ دینے والے کے پاس بھی جانا ضروری محسوس ہؤا (متی ۳ : ۱۵) ان کے نزدیک راستبازی کا حقیقی معیار احکام کی فرمانبرداری ہی تھی۔ وہ خود شریعت کو مانتے اور دوسروں کو یہی سکھاتے تھے ہاں وحیٔ الٰہی کی ہدایت کے مطابق اُنھوں نے کمی بیشی بھی کی۔ یعنی موسیٰ کی کتاب میں حالات موجودہ کے مطابق تغیر بھی کیا۔ یعقوب کے خاندان کو غلامی کی حالت سے نکال کر ایک جنگی قوم بنانے کے لیئے ایک وقت اس قانون قصاص کی ضرورت تھی جو حضرت موسےٰ علیہ السّلام کو دیا گیا۔ مگر اب حالات بدل چکے تھے۔ اور اسلئے مسیح علیہ السّلام کے وقت میں اس قانون میں بھی تبدیلی کی ضرورت تھی۔ سو وحی الٰہی

نے حضرت مسیح کو ہدایت کی کہ وہ بعض تبدیلیاں کردے۔ اس کے لیئے صرف پہاڑی وعظ کو دیکھ لینا کافی ہے۔ جہاں اس قسم کے بہت سے بیان پائے جاتے ہیں "تم سن چکے ہو یہ کہا گیا۔ کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر میں تمھیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے دہنے گال پر تمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے" (متی ۵: ۳۸-۳۹) اس فروتنی اور مسکینی کی تعلیم کی آج ہمارے زمانہ میں ضرورت نہ ہو یہ الگ بات ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج اس تعلیم کو اپنا اصول ٹھیرانا اور اس پر عمل پیرا ہونا خودکشی کے مرادف ہے۔ وہ حالات جو آج یورپ میں پیش آرہے ہیں انھوں نے قوموں کو مجبور کردیا ہے کہ اس تعلیم اخلاقی کو آج اپنا ہادی نہ بنائیں۔ لیکن اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ وعظ اس مقدس معلم کے زمانہ میں اس قوم کے لیئے ایک بڑی خوشخبری تھی۔ اسرائیلی قوم نے ایک دراز زمانہ تک آنکھ کے بدلے آنکھ کے قانون پر ایسی سختی سے عمل کیا کہ اُن کے اخلاق میں بھی درشتی آگئی اور رحم اور شفقت کا احساس بالکل مفقود ہوگیا تھا۔ اس قوم کی اصلاح چاہتی تھی کہ اسے ایسی ہی تعلیم دیجائے۔ جیسی پہاڑی وعظ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے دی۔ مگر حضرت مسیح درحقیقت اسلام کے ایک رسول تھے۔ اور وہ اسلام کی ہی تعلیم اور اسلام کا ہی قانون دینے والے تھے۔ ہاں اسلام یعنی احکام اور فرمانبرداری کے مذہب کی تعلیم کو کمال تک پہنچانا خدائے حکیم نے اُن کے سپرد نہیں کیا۔ نہ آپکے شاگردوں کے عقلی اور ذہنی قوائے اس کمال تک پہونچے تھے کہ ایسی تعلیم خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوتی۔ حضرت مسیح اپنے شاگردوں کی اس کمی کو خود محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ اس وقت جب وہ اُن سے جدا ہونے والے تھے۔ اُنھوں نے اپنے شاگردوں کو مخاطب کرکے یہ لفظ فرمائے:-

"میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمھیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنی رُوح حق آوے اور وہ تمھیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی اس لیئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی۔ لیکن جو کچھ وہ سُنے گی سو کہے گی۔ اور تمھیں آیندہ کی

خبریں دے گی (یوحنا ۱۶: ۱۱و۱۴) یہ ضروری تھا کہ حضرت مسیح کے بعد روح حق آئے تاکہ وہ کامل حق کی طرف ہم کو ہدایت کرے کیا یہ الفاظ روح القدس کے نزول کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور کیا یہ پیشینگوئی پنتیکست کے دن پوری ہو گئی جیسا کہ حامیان مسیحیت خیال کرتے ہیں۔ اسکے متعلق جو کچھ اعمال حواریین میں لکھا ہے وہ صرف اسقدر ہے۔ "اور جب پنتیکست کا دن آیا تھا وے سب ایک دل ہو کے اکٹھے ہوئے۔ اور ایک بارگی آسمان سے ایک آواز آئی جیسی بڑی آندھی چلے اور اس سے سارا گھر جہاں وے بیٹھے تھے۔ بھر گیا اور انہیں جدی جدی آگ کی سی زبانیں دکھائی دیں۔ اور ان میں سے ہر ایک پر ٹھہریں تب وے سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں جیسے روح نے انہیں بولنے کی قدرت بخشی بولنے لگے" (اعمال ۲: ۱-۴) اب اس کو یوحنا کی پیشینگوئی کا پورا ہونا سمجھنا درحقیقت پیشینگوئی کے ساتھ استہزا کرنا ہے۔ بلکہ کلمہ کفر ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ خود حضرت مسیح روح القدس سے خالی تھے۔ کیا حضرت مسیح نے خود روح حق کے آنے کا ذکر کرتے ہوئے یہ لفظ نہیں فرمائے "لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا بہ فائدہ ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آویگا۔ پھر اگر میں جاؤں تو میں اسے تم پاس بھیج دوں" (یوحنا ۱۶: ۷)

اب یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ روح حق اور تسلی دینے والے ایک ہی ہیں۔ اور مندرجہ بالا حوالہ سے ثابت ہے کہ روح حق مسیح کے زمانہ میں نہ آئی تھی۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آویگا" اور اگر یہ روح القدس ہی تھی تو کیا ہم یہ مان لیں کہ حضرت مسیح پر ان کی زندگی میں روح القدس یعنی خدا کی روح نازل نہیں ہوئی۔ لیکن مندرجہ ذیل واقعہ اس کی تردید کرتا ہے۔ "اور یسوع بپتسمہ پاکے وہیں پانی سے نکل کے اوپر آیا اور دیکھو کہ اس کے لئے آسمان کھل گیا۔ اور اس نے خدا کی روح کو کبوتر کے مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا" (متی ۳: ۱۶)

اگر یہ کبوتر کا واقعہ درست ہے تو ضرور ہے کہ روح القدس وہی نہیں جو روح حق اور تسلی دہندہ ہے۔ علاوہ ازیں روح حق کی ایک خاص علامت ضرور دیکھنی ہے

اور وہ یہ کہ وہ سارے صداقت کے راہوں پر دنیا کو چلائے گی - یسوع نے بہت سی باتیں حواریوں کو کہنی تھیں مگر حواری ان کو برداشت کرنے کے قابل نہ تھے پس صداقت کو کمال تک پہنچانے کا کام تسلی دہندہ کے سپرد کیا گیا اگر یہ پیشینگوئی پینتیکست کے دن پوری ہو گئی - جیسا کہ کلیسیا کا خیال ہے تو ان بہت سی باتوں کو ہم کہاں تلاش کریں - جو حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کو کہنی تھیں مگر محض اسلئے نہ کہہ سکے کہ ان میں ابھی ان کی برداشت کی طاقت نہ تھی - اور یہ باتیں ضروری تھا کہ روح حق دنیا کو سنائے - وہ کامل صداقت اور پورا پورا حق کہاں ہے جس میں جو تسلی دہندہ کی معرفت ہم کو ملنا تھا - اعمال کے دوسرے باب میں جو کچھ پینتیکست کے دن کا ذکر ہے اس میں تو اس کا نام ونشان بھی نہیں پایا جاتا - مختلف زبانوں سے بولنے کا نام تو کامل صداقت نہیں - زبانوں میں تو دہریئے کافر بھی باتیں کرتے ہیں تو کیا کامل صداقت ان کے قبضہ میں بھی سمجھی جائے ؟ ایسا خیال کرنا بھی گناہ ہے - نہ ہی پینتیکست کے دن کے بعد کلیسیا کی ساری تاریخ میں کامل صداقت کے نزول کی ہمیں کوئی خبر ملتی ہے کلیسیا نے روح القدس سے بھرپور ہو کر مسیح کے تعلیم پہ کچھ اضافہ تو کیا نہیں - علاوہ ازیں کلیسیا تو ایک شخص کا نام نہیں بلکہ بہت سے اشخاص کا مجموعہ ہے - حالانکہ وہ جسکی پیشینگوئی حضرت مسیح نے کی ضروری ہے کہ ایک ہی شخص ہو جیسا کہ پیشینگوئی کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے - اور کیا یہ سچ نہیں کہ خدا نے ہمیشہ ہی آدمی کو اپنا پیغام دیکر بھیجا ہے کہ وہ اسے مخلوق تک پہنچائے - کیا اس کا قانون یہی نہیں ہے کہ وہ اپنی رضا کی راہیں اور اپنے احکام شریعت ایک ہی شخص پر ظاہر کر کے اسکے ذریعہ سے دوسروں تک پہنچاتا رہا ہے لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا - خدا کے قانون بدلا نہیں کرتے - یہ قرآن کا ارشاد ہے اور واقعات اس کی تائید کرتے ہیں - کیا قانون قدرت میں جو کچھ ہم کو نظر آتا ہے اور جو اسکے قوانین کے لئے ٹھیک آئینہ نما ہے - اسکا مصدق نہیں کہ اللہ تعالے کے قانون تبدیل نہیں ہوا کرتے - اور جب یہی اس کا قانون ساری دنیا کی تاریخ میں ہمیں کام کرتا نظر آتا ہے کہ وہ اپنی رضامندی کی راہیں ایک ہی انسان کے ذریعہ سے مخلوق پر ظاہر کرتا رہا ہے تو یہ کس طرح قابل تسلیم ہے کہ مسیح کے وقت کے بعد یہ قانون الہی تبدیل ہو گیا - اگر ساری

صداقت یسوع مسیح کے بعد آئی تھی تو یہ چند لوگوں کے ذریعہ سے نہیں آسکتی۔ بلکہ ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ کے مطابق اپنے برگزیدوں میں سے ایک کو چن لے اور اسطرح پر یسوع مسیح کی پیشینگوئی کو پورا کرے۔ اور یہ انتخاب کا قرعہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑا جو دنیا کا آخری نبیؐ کہلایا اور جس کو قرآن نے روح حق کر کے پکارا ہے جبکہ فرمایا قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ کہدو الحق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ اور باطل چیز ہی بھاگ جانے والی اور نیست و نابود ہونے والی ہے۔

چاہو تو اس کو قبول کرو۔ ورنہ تم کو ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح کے الفاظ جن پر دو ہزار سال گذر گئے آج تک پورے نہیں ہوئے۔ ہاں یہ قرآن تھا جو دنیا کی آخری کتاب ہے اور جس نے کامل حق کی ساری راہیں بتائیں۔ اور سارے صداقت کے راستے کھول دیئے اس نے شریعت کو کمال تک پہنچایا۔ وہی احکام اور فرمانبرداری کا مذہب اسلام جو نوح اور ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں اپنی ابتدائی حالت میں تھا اور موسےٰ داؤد مسیح علیہ السلام کے وقتوں میں ارتقا کی مختلف حالتوں میں سے ہو کر گذرتا رہا۔ حضرت محمد مصطفےٰ تسلی دہندہ اور روح حق صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے اپنے کمال کو پہنچا۔ اس نے اپنی باتیں نہیں کہیں بلکہ جو کچھ اس نے سُنا وہی کہا اور جو کچھ حضرت مسیح نے اسکے متعلق کہا تھا اسیطرح ہوا۔

اسلئے اسلام اپنی موجودہ صورت میں مسیح اور دوسرے انبیا علیہم السلام کا ہی مذہب ہے ہاں اب یہ اپنی آخری مکمل حالت میں ہے۔ اور ایسے مذہب سے کون شخص آزاد ہوسکتا ہے جو احکام کی فرمانبرداری پر اپنا دارومدار رکھتا ہے۔ اگر راستبازی کے لئے خود حضرت مسیح کے لئے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ احکام کی تعمیل کرے اور خدا کی کامل فرمانبرداری کے راہوں پر چلے۔ اور اس طرح پر حقیقی طور پر مسلم بنے تو آج اس کے پیرو کس طرح نجات کے اس تجربہ شدہ راستے یعنی اسلام کو چھوڑ کر کسی اور راہ پر قدم مار سکتے ہیں اگر گذریہ مسلم تھا تو کیا ریوڑ کیلئے ضروری نہیں کہ وہ بھی مسلم بنے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم شریعت کے ماتحت نہیں فعل کے ماتحت ہیں۔ ہاں وہ کہتے ہیں کہ ہم شریعت کے ماتحت گناہ کے غلام تھے جسکا انجام موت ہے مگر صلیب کے بعد ہم فرمانبرداری کے غلام ہیں جس کا انجام راستبازی ہے (رومیوں ۶:۱۶)

پولوس کہتا ہے کہ ہم شریعت کے ماتحت گناہ کے فرزند تھے۔ کفارہ کے بعد ہم فضل کے فرزند ہوگئے۔ احکام اور فرمانبرداری کے پرانے عہد نامہ کے ماتحت موت نے ہمیں اپنے لئے سمجھا مگر خون کے فضل کے نیچے نجات ہماری ہوگئی۔ اور پھر کہتا ہے کہ جب تک شریعت تھی تب تک دنیا میں گناہ بھی تھا پر جب شریعت نہیں تو گناہ منسوب نہیں ہو سکتا۔ یہ دلکش لفظ ہیں۔ کانوں کو بیشک بہت اچھے لگتے ہیں مگر یہ وہ لفظ ہیں جو کبھی حقیقت کا جامہ نہیں پہن سکتے۔ کیا اب دنیا نے قانون سے آزادی حاصل کر لی ہے۔ یا کیا واقعی راستبازی عیسائی ممالک میں کمال کو پہنچ چکی ہے۔ مگر یہ کہدیا جاتا ہے کہ ہم شریعت کی پابندی کر نہیں سکتے۔ اور گناہ ہمارا آدم سے ورثہ ہے خدا نے پرانے عہد نامہ کو کئی ہزار برس تک آزمایا۔ اس تجربہ کا نتیجہ اچھا نہ نکلا اور اس لئے خدائے علیم کو اُسے چھوڑ کر نسل انسانی کے نجات کی کوئی اور تجویز کرنی پڑی!

اب یہ تعلیم خود حضرت مسیح نے کبھی نہیں دی۔ حالانکہ کلیسیا کے مذہب کا ستون یہی ہے سارا دارومدار صرف ایک سوال پر ہے۔ کیا گناہ فطرت انسانی کے اندر مرکوز ہے یا یہ محض ایک زائد چیز ہے جو انسان کے ساتھ لگ جاتی ہے کیا ہم گناہ میں پیدا ہوئے ہیں یا ہم مسلم پیدا ہوئے ہیں اور خدا نے ہم کو وہ فطرت دی ہے کہ ہم قانون کے پابند ہو سکتے ہیں درحقیقت یہی فیصلہ کن سوال ہے جس پر اسلام اور مذہب صلیب کے جھگڑے کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کفارہ اور الوہیت مسیح کے عقائد دوسرے درجہ پر ہیں اور درحقیقت اسی ایک سوال سے پیدا ہوتے ہیں۔ دلیل یوں دیجاتی ہے ہم پیدائشاً گنہگار ہیں کیونکہ ایک کی خطا کیوجہ سے بہت سے مر گئے اور سزا کے مستوجب ہوئے لیکن خدا کے رحم نے نہ چاہا کہ ساری نسل انسانی ہمیشہ کے لئے ہلاکت کی وارث ہوتی چلی جائے۔ مگر دوسری طرف خدا کا انصاف چاہتا تھا کہ سزا ضرور ملے پس انصاف اور رحم دونوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کفارہ ضروری ہوا لیکن کوئی انسان اپنے ہمجنسوں کے لئے کفارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ہم تو سب گنہگار ہی پیدا ہونے کی وجہ سے کفارہ کے محتاج تھے۔ صرف وہی جو خطرتاً بےگناہ ہو منصب اسی کو فرد کر سکتا تھا۔ اسلئے مسیح کی خدائی کا عقیدہ پیدا ہوا۔ کیونکہ جیسے ایک شخص کی

نافرمانبرداری سے بہت لوگ گنہگار ٹھہرے ویسے ہی ایک کی فرمانبرداری سے بہت لوگ راستباز ٹھیریں گے (رومیوں ۵: ۱۹) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائشی گناہ کا عقیدہ اصلی جڑ اس مذہب کی ہے جو مسیح کا تعلیم کردہ نہیں بلکہ پولوس کا تعلیم کردہ ہے۔ اور اسی بنیاد پر کلیسیا کے سارے مذہب کی عمارت بنائی گئی ہے۔ اور کفارہ کا عقیدہ اور الوہیت مسیح کا عقیدہ محض اسی کی شاخیں ہیں۔ پس سوال اصل یہی ہے کہ ہم ایسی فطرت لیکر پیدا ہوئے ہیں جو قانون کی فرمانبرداری کرسکتی ہے یا ہم پیدائشًا نافرمان پیدا ہوئے ہیں؟ بالفاظ دیگر کیا ہم پیدائشًا مسلم ہیں یا کلیسیا کے مذہب پر؟ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ بشارت دیتے ہیں کہ ہم سب پیدائشًا مسلم ہیں کل مولود یولد علے فطرۃ الاسلام ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے وہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یعنی پیدائشًا اس کو وہ قوے دیئے گئے جن کے ذریعے سے وہ قانون کی کامل فرمانبرداری کرسکتا ہے۔ کلیسیا اسکے خلاف کہتی ہے۔ پس اسلام اور کلیسیا کے مذہب کے درمیان اصلی تنازع اسی ایک بات پر آرہتا ہے۔ اگر گناہ کے معنے قانون کا توڑنا ہے۔ اور اگر انسان پیدا ہی ایسا کیا گیا ہے کہ وہ قانون کی فرمانبرداری کرنے کے فطرتًا ناقابل ہے۔ تو کیا یہ ساری قانون سازی جو دنیا میں ہورہی ہے لغویت نہیں اور کیا کسی ملک کا انتظام ایک بیہودگی قرار نہیں پاتی؟ کیا کوئی گورنمنٹ ایسی ہے کہ وہ بغیر اپنے قوانین کو منوانے کے بھی قائم رہ سکتی ہے اور کیا کسی ملک میں نظم کا قائم رکھنا ناممکن الحصول امر نہیں اگر انسان پیدا ہی ایسا ہوا ہے کہ وہ قانون کی فرمانبرداری نہیں کرسکتا یعنی اگر وہ پیدائشًا گنہگار ہے؟ کیا ہم خود سوسائٹی کے قوانین کی تعمیل نہیں کرتے؟ اسکے خلاف کہنا ہمارے مدنی احساس کے پرلے درجہ کی تحقیر ہے۔ ہاں بیشک ہم میں سے اکثر لوگ پابند قانون ہیں *

اب کلیسیا کہتی ہے کہ مدنی اور دنیوی کے متعلق یہ درست ہے۔ لیکن خدائی قوانین کی حالت اور ہے۔ اور وہاں انسان عاجز ہے۔ اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ آدم اس حکم کی فرمانبرداری نہ کرسکا جو اسے دیا گیا تھا۔ اس نے ممنوع درخت کا پھل کھایا اور اپنی نسل کو ابدی ہلاکت کا وارث ٹھیرایا۔ وہی قانون کی توڑنے والی فطرت ہم نے

ورثہ میں پائی ہے۔ یہ وہ منطق ہے جسکی پولوس نے کلیسیا کو تعلیم دی۔ اور ہمیں اسپر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا ہی دیکھ لینا کافی ہے کہ آدم کے بیٹوں نے خدا کی کامل فرمانبرداری کی قابلیت اپنے اندر دکھائی ہے انہوں نے لفظاً اور حرفاً احکام الہی کی پوری پوری عزت کی ہے۔ کیا وہ موسے کے دس احکام خدا کے شرائع کا بہترین نمونہ نہیں؟ انکے عملدرآمد میں کونسا ناممکن امر ہے۔ کیا ساری اسلامی دنیا پہلے دو احکام کی تعمیل نہیں کرتی؟ "میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا۔ کیا وہ کئی کروڑ انسان جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہے ان احکام کی تعمیل نہیں کرتا؟ اور یہانتک لفظاً ان احکام کی تعمیل وہ کرتے ہیں کہ اللہ کا لفظ جو وہ اس ذات واحد کے لئے بولتے ہیں وہ ایسا لفظ ہے کہ کسی دوسری چیز پر کبھی بولا ہی نہیں گیا۔ بلکہ مجازاً بھی دوسرے پر اس کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ گو دوسری زبانوں میں جسقدر الفاظ ذات باری تعالے کے لئے بولے گئے ہیں وہ دوسروں پر بھی آجاتے ہیں جیسے انگریزی لفظ گاڈ۔ یا فارسی خدا۔ یا سنسکرت دیو۔ یا فرانسیسی ڈیو۔ یا جرمن گاٹ۔ بیشک یہ الفاظ خدا پر بھی بولے جاتے ہیں مگر کبھی دوسروں پر بھی بول دئے جاتے ہیں۔ مگر لفظ اللہ جس سے چالیس کروڑ انسان ذات باری کو یاد کرتے ہیں ایک ایسا لفظ ہے کہ سوائے خدا کے کسی دوسرے پر کبھی بولا نہیں گیا۔ پس اس طرح پر ان احکام خداوندی کی کامل فرمانبرداری لفظاً اور معناً دنیا کی ایک عظیم الشان قوم اس وقت کر کے دکھا رہی ہے۔ اور خدا کی توحید کیلئے یہ قوم اسقدر غیرت رکھتی ہے کہ نقطہ کا اشتراک بھی پسند نہیں کیا۔ پس کس طرح وہ خدا کی کوئی صورت یا مورت بنا سکتی ہے اور کس طرح کسی کے آگے جھک سکتی ہے؟ ہاں اس قوم کو دنیا میں اگر کوئی شہرت اس رنگ میں حاصل ہوئی تو وہ بت پرست کی حیثیت سے نہیں بت شکن کی حیثیت سے ہے۔

پھر حضرت موسے کے دس احکام میں سے تیسرا حکم یہ ہے کہ خدا کا نام بیفائدہ نہ لیا جائے اور چوتھا یہ کہ سبت کا دن منایا جائے کیا اس کی تعمیل کروڑوں انسانوں نے

نہیں کر دکھائی ۔ بدقسمتی سے یہاں سبت کے دن شرابخانوں کی عزت ہوتی ہے مگر ہزاروں نیک عیسائی دنیا میں موجود ہیں جو ان احکام کی پوری پوری تعمیل کرتے ہیں ۔

پھر اسکے بعد حکم دیا جاتا ہے کہ تو اپنے ماں باپ کی عزت کر اور ہماری فرض شناسی کی احساس کی یہ تحقیر ہوگی اگر کہا جائے کہ کوئی مذہب ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ تم اس بات پر ایمان لاؤ کہ اس حکم تعمیل کرنے کے ہم قابل ہی نہیں ۔ باقی احکام ۔ تو خون مت کر ۔ تو زنا نہ کر ۔ تو چوری مت کر تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے ۔ نہ تو اپنے پڑوس کے گھر کا لالچ مت کر اس قسم کے قانون ہیں جنکو دنیا کی ہر قوم نے اپنے قوانین تعزیری میں داخل کیا ہے ۔ اور یقیناً ان لوگوں کی تعداد جو ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں بمقابلہ اس کے جو اسکی تعمیل کرتے ہیں تھوڑی ہے ۔ ہم تو خیال میں بھی نہیں لاسکتے ۔ کہ کسی شریف انسان کے متعلق یہ کہہ سکیں کہ وہ ان احکام کا فرمانبردار نہیں ۔ قاتل یا چور یا زانی یا جھوٹا گواہ یا دوسروں کا مال کھانے والا بننا ایک خطرناک جرم ہے اور وہ شخص انسانیت کی خطرناک ہتک کرتا ہے جو کہتا ہے کہ ہم فطرتاً چور یا قاتل یا زانی نہیں ۔

پھر ہم پوچھتے ہیں خدا نے انسان کو دنیا میں پیدا کرکے کس مقصد کو پورا کرنا چاہا اگر اسنے ہم کو فطرتاً گنہگار ہی بنایا ۔ یہ کسقدر ڈراونا خیال ہے ۔ خدا کی بیشمار برکتیں اور رحمتیں ہیں حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے ہمیں یہ بتایا کہ ہر بچہ جو اس دنیا میں آتا ہے وہ پاک فطرت لیکر آتا اور فطرتاً وہ مسلم ہوتا ہے ۔ یعنی اس میں احکام کی فرمانبرداری کی قابلیت رکھی گئی ہے قرآن میں فرماتا ہے ۔

فاقم وجهك للدين حنيفا فطرت الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم (الروم - ۳۰) پس اسلام کے معنے ہیں قانون کی فرمانبرداری ۔ پس کیا مسیح مسلم نہ تھے اور انہوں نے اسلام کی تعلیم نہیں دی ۔ جب انہوں نے فرمایا ۔

"پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا پر جو کہ عمل کرے اور سکھاوے وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا" (متی ۵ : ۱۹)

تعددِ ازواج

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی فانکحوا ما طاب لکم من النسآء مثنیٰ وثلٰث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذٰلک ادنیٰ الا تعولوا

اور اگر تم ڈرو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کرو گے تو دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو لیکن اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہیں کرو گے تو ایک سے ہی یا ان سے جنکے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے یہ قریب تر ہے اس سے کہ تم ظلم نہ کرو۔ (النساء - ۳)

قرآن کریم میں یہ ایک ہی آیت ہے جس پر تعدد ازواج کے معرکۃ الارا مسئلہ کی بنیاد ہے جس لئے ایک طرف اگر مخالفوں کو اسلام پر بڑے بڑے اعتراض کرنیکا موقعہ ملا ہے تو دوسری طرف بعض مسلمانوں نے خود بھی اس میں غلطی کھائی ہے اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر ان الفاظ کو ایسا توڑا مروڑا ہے کہ خواہ مخواہ دشمنوں کو اعتراض کا موقع ملا۔ مسلمانوں میں امراء اور بادشاہوں نے تو اسلام کی تعلیم کا نچوڑ ہی اس بات کو سمجھ رکھا ہے کہ اپنے حرم سراؤں میں جسقدر بیبیاں مل سکیں ڈالتے جائیں۔ چار کی حد کا کیا ذکر ہے سینکڑوں تک بھی نوبت پہنچانے میں کمی نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ جو بمنزلہ قوم کے سر کے تھے بالکل بیکار ہو گئے اور محض عیش پرستی میں پڑ گئے اسی کا اثر عوام پر بھی ہونا تھا۔ پھر وہ سینکڑوں بیبیاں جو گھر اور حرم سراؤں میں ڈال لی جاتی ہیں ان کے حقوق کی ادائیگی کا ادنے فکر بھی نہیں حالانکہ قرآن کا حکم تھا کہ خوف بھی ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے تو دوسری بی بی مت کرو گویا جب تک اپنے نفس پر پورا پورا قابو نہ ہو اور یہ اطمینان نہ ہو کہ انصاف قائم رکھ سکو گے اسوقت تک دوسری بی بی کی اجازت بھی نہیں۔ مگر قرآن کی پرواہ نہ کی گئی اور نتیجہ وہ ہوا جو آج ہم دیکھتے ہیں کہ امراء کا طبقہ بگڑ کر کل قوم کی حالت میں فساد واقع ہو گیا۔ پس اس مسئلہ میں ذیل کے امور غور طلب ہیں اول یہ کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنیکا حکم ہے یا اجازت۔ دوسرے یہ کہ اجازت ضرورت کیلئے

ہے یا بلا ضرورت بھی اس اجازت سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ سویم یہ کہ محض اجازت بوجہ ضرورت کے صورت میں اسلام کے اس مسئلے پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے +

سب سے پہلا امر فیصلہ طلب اس بارہ میں یہ دیکھنا ہے کہ آیا ایک سے زیادہ نکاح کرنیکا حکم ہے یا محض اجازت ہے۔ اب اول الفاظ قرآنی پر غور کرو تو سب سے پہلی بات وہاں یہ پاتے ہیں کہ دو دو تین تین چار چار بیبیوں کو نکاح میں لانیکا ذکر کسی شرط کے ساتھ مشروط ہے اور وہ شرط یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکنے کا ڈر ہے یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر تم کو خوف ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر دو دو تین تین چار چار عورتوں سے نکاح کرلو۔ اب اگر یہ حکم ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جو شخص یتیموں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکتا اس کے لئے ضروری ہوا کہ دو یا تین یا چار بیبیاں نکاح میں لائے۔ تو سب سے پہلے یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہوا جو یتیموں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکتے۔ اب اگر اسے اجازت سمجھا جائے تو یہ ایک علاج کی صورت ہے لیکن اگر اسے حکم سمجھا جائے تو نہ صرف یہ علاج ہی کوئی نہیں بلکہ ایک اور بوجھ بن سکتا ہے۔ ایک شخص یتامٰے کے بارے میں انصاف نہ کر سکنے سے خائف ہے تو اس کے لئے کیوں ضروری ہے کہ دوسرا نکاح بھی کرے اور دوسرے یہ حکم محض ان چند اشخاص کے لئے ہوا جنکو یتامٰے سے واسطہ پڑے اور جنکو یتامٰے کے بارے میں انصاف نہ کر سکنے کا خوف ہو۔ کثیر تعداد پھر بھی اس حکم سے باہر رہ گئی +

اس شرط و جزا کا باہم کیا تعلق ہے۔ اس کی چار مختلف توجیہیں کی گئی ہیں۔ اول وہ توجیہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے۔ عروۃ نے صدیقہ سے الا تقسطوا فی الیتامٰے کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی حفاظت میں ہو پھر وہ ولی اس کے مال اور خوبصورتی کی وجہ سے اسے چاہتا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی چاہتا ہے کہ تھوڑے سے مہر پر اس سے نکاح کرلے اور پھر جب نکاح ہو جائے تو چونکہ اس کا اور کوئی ولی نہیں جو اسکے حقوق کا مطالبہ کرے اسلئے اس سے اچھا معاملہ نہیں کرتا۔ تو اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر یتیم لوگوں سے نکاح کرتے ہیں تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کر سکو گے تو ان کو چھوڑ کر دوسری عورتوں

سے جو تم کو پسند ہوں دو یا تین یا چار سے نکاح کر لو۔ اب اس توجیہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ محض اجازت ہے۔ نہ حکم۔ ایک شخص کو مجبور نہیں کیا گیا کہ اگر یتامٰے کے بارے میں وہ انصاف نہ کر سکے تو ضرور دو یا تین یا چار نکاح اور کرے صرف اس بات کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ اگر نکاح کرنا ہے تو یتیم سے نہ کرے کسی اور سے کرے۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ جب پہلی آیت میں یتامیٰ کے بارے میں حکم نازل ہوا کہ انکے معاملے میں ناانصافی نہ کرنا تو ساتھ ہی ایک اور ناانصافی سے ڈرایا اور وہ یہ کہ عرب میں بعض وقت ایک ایک شخص دس دس بیبیاں رکھتا تھا اور بوجہ کثرت کے ان کے حقوق کو انصاف کے ساتھ ادا نہ کر سکتا تھا۔ تو اسلئے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ یتیموں کے بارے میں ناانصافی سے ڈرتے ہو تو ایک اور بھی ڈر کا مقام ہے یعنی بیبیوں کے بارے میں بھی ناانصافی سے ڈرو۔ اور اسکا علاج یہ ہے کہ زیادہ نکاح نہ کرو ہاں دو تین چار تک اجازت ہے مگر اس میں بھی اگر ناانصافی کا خوف ہو تو پھر ایک ہی بی بی پر کفایت کرو۔ یہ توجیہ بھی صاف بتاتی ہے کہ دو بیبیوں کا نکاح میں لانا محض اجازت ہے۔ اور زیادہ عورتوں کو نکاح میں لانے سے روکا ہے چار تک اجازت دی مگر اس میں بھی اگر انصاف نہ رکھ سکتا ہو۔ تو ایک ہی کا حکم دیا۔ تیسری توجیہ وہ ہے جو حضرت عکرمہ سے مروی ہے۔ کہ ایک شخص کے نکاح میں بیبیاں بھی زیادہ ہوتیں اور اس کی حفاظت میں یتیم بھی ہوتے۔ تو چونکہ زیادہ بیبیوں کی وجہ سے مال زیادہ خرچ کرنا پڑتا اور اس طرح پر یتیموں کے مال کو اپنے تصرف میں لانے کی ترغیب ہوتی اس لئے فرمایا کہ چار سے زیادہ نکاح کسی صورت میں نہ کرو اس میں بھی ناانصافی کا خوف ہو تو ایک ہی نکاح کرو۔ یہ بھی صورت اجازت کی ہے نہ حکم کی۔ ایک سے زیادہ بی بی نکاح میں لے سکنا اور بات ہے مگر اس امر کے لئے مجبور ہونا کہ چار ورنہ تین ورنہ دو بیبیاں ضرور نکاح میں لاؤ اسی توجیہ کے رو سے بالکل باطل ٹھیرتا ہے۔ چوتھی توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ یتامیٰ کی ولایت کو ایک مشکل امر سمجھتے تھے تو ان کو کہا گیا کہ زنا سے بھی خوف کرو۔ اور اگر زنا میں پڑنے کا خوف ہو تو دو تین چار تک عورتیں نکاح میں لے لیا کرو۔ اس کے رو سے بھی ایک سے زیادہ بی بی کا نکاح میں لانا بر نگ اجازت ہے نہ برنگ حکم۔ ایک اور معنے اس آیت کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر یتیم بچوں کے بارے میں

تم کو خوف ہو کہ انصاف کے ساتھ ان کی خبرگیری نہ کر سکو گے تو ان عورتوں کو جن کے وہ بچے یتیم رہ گئے ہیں اور جو جنگوں میں بیوہ ہوگئی ہیں وہ تین چار تک نکاح میں لے آؤ اور اس معنے کی موید اسی سورت کی آیت ۱۲۷ میں دیکھو۔ نوٹ ۶۸۲

پس سیاق وسباق عبارت خود بتاتا ہے کہ یہ حکم نہیں بلکہ اجازت ہے۔ پھر یہ ظاہر ہے کہ اگر یہ حکم ہوتا تو بجائے دو سے شروع کرنے کے چار سے شروع کرنا چاہئے تھا یعنی حکم یوں ہوتا کہ چار چار تین تین دو دو نکاح کرو۔ حکم کے لحاظ سے اعلےٰ تعداد پہلے ہونی چاہئے تھی اور اجازت کے لحاظ سے ادنےٰ تعداد۔ حکم تو یہ ہو سکتا ہے کہ چار نکاح کرو۔ ورنہ تین۔ ورنہ دو تو ضروری کرو۔ اور اجازت یوں ہوگی کہ دو کی اجازت ہے تین کی بھی اجازت ہے۔ چار تک بس۔ پس قرآن نے مثنےٰ سے شروع کرکے اور رُبع پر ختم کرکے یہ بتادیا کہ یہ اجازت ہے حکم نہیں۔ یہاں تک تو الفاظ قرآنی کی تشریح ہوئی۔ لیکن اگر ہم واقعات عالم پر غور کریں تو بھی اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ اجازت ہے حکم نہیں۔ قرآن کریم کے معنے کرنے میں ہم اسبات کو نظر انداز نہیں کرسکتے کہ معنے وہ درست ہوں گے جو واقعات عالم کے خلاف نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن کریم خدائے حکیم وعلیم کی کتاب ہے وہ کوئی ایسی تعلیم نہیں دے سکتا جو واقعات عالم کے مخالف ہو۔ اب اگر چار بیبیوں کو نکاح میں لانا حکم مانا جائے تو گویا قرآن کریم یہ چاہتا ہے کہ ہر ایک مسلمان کے گھر میں چار بیبیاں ہوں اور دو سے کم تو کسی صورت میں نہ ہوں۔ تو یہ حکم قرآن ایسی صورت میں دے سکتا تھا کہ جب اس کے پورا ہونے کا سامان بھی دنیا میں رکھا ہو۔ یعنی عورتوں کی تعداد مردوں سے چوگنی یا کم از کم تگنی ضرور ہو۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ انتظام خداوند عالم نے دنیا میں نہیں رکھا۔ پھر جس حکم کے پورا کرنے کا سامان ہی دنیا میں پیدا نہیں کیا گیا اور اسلامی ملکوں میں بھی آج تیرہ سو سال گذر جانیکے باوجود اللہ تعالےٰ نے یہ سامان پیدا نہیں کیا کہ عورتوں کی تعداد کو مردوں سے تگنی چوگنی رکھے تو پھر یہ کہنا کہ دو اور تین اور چار نکاح کرنے کا حکم ہے کسقدر حماقت ہے +

پھر اس آیت کا جن لفظوں پر خاتمہ ہوتا ہے وہ بھی یہی شہادت دیتے ہیں کہ ایک سے زیادہ بیبیاں نکاح میں لانے کی اجازت ہے حکم نہیں کیونکہ آخر میں اسبات کا ذکر

کرکے اگر تم کو خوف بھی ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بی بی بس ہے یہ لفظ بڑھا دیئے ہیں ذالک ادنی الا تعولوا۔ جور و ناانصافی سے بچنے کے لئے یہ بات بہت بہتر ہے گویا سفارش اسی بات کی کی ہے کہ ایک ہی بی بی ہو۔ ہاں ضرورتوں کے لئے بطور علاج اور دوا تعدد ازواج کا دروازہ بھی کھلا رکھا ہے۔ اگر چار بیبیوں کو نکاح میں لانیکا حکم ہوتا۔ تو ایک بی بی کے لئے ذالک ادنی الا تعولوا کے سفارش نہ ہوتی ۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ تعدد ازدواج کی اجازت ہے حکم نہیں تو دوسرا امر یہ دیکھنا ہے کہ آیا یہ اجازت ضرورت کے وقت پر استعمال کرنے کے لئے ہے یا بلا ضرورت بھی۔ سو اول تو لفظ اجازت خود بتاتا ہے کہ یہ صرف ضرورت کیلئے ہے۔ کیونکہ ہر ایک اجازت دینا میں کسی ضرورت کے لئے ہی ہوا کرتی ہے دوسرے خود قرآن کریم کے الفاظ اس بات کے مؤید ہیں کیونکہ وہاں خود ایک شرط ساتھ لگا دی گویا ایک ضرورت خود بتا دی۔ اب ضرورت میں توسیع تو ہو سکتی ہے۔ یعنی جو کام ایک ضرورت کے لئے جائز ہے اس کا جواز تو اجتہادی رنگ میں کسی دوسری ملتی جلتی ضرورت کے لئے ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اس ضرورت کو بالکل اڑا ہی دیا جاوے۔ اوپر جسقدر توجیہات دیگئی ہیں ان میں سے ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ اگر تم کو زنا میں پڑنے کا خوف ہو تو بہتر ہے کہ دو یا تین یا چار بیبیوں سے نکاح کر لو۔ اس طرح پر یہ بھی ایک ضرورت قرار پا سکتی ہے ۔

ہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم نے ان ضروریات کی تصریح کیوں نہیں فرما دی اور کیوں نہیں بتا دیا کہ صرف فلاں فلاں حالات کے ماتحت یا اس قسم کی ضروریات کے پیدا ہونے پر دو یا تین یا چار بیبیوں کی اجازت ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جن امور کا تعلق انسانی ضروریات کے مختلف پہلوؤں سے ہے جو ملکوں اور قوموں اور زمانہ اور حالات کے تغیر سے بدلتے رہتے ہیں وہاں قرآن حکیم ان ضروریات کو گننے کی لاحاصل کوشش سے احتراز فرماتا ہے۔ مثلاً طلاق کا مسئلہ ہے۔ قرآن کریم نے کبھی نہیں بتایا کہ فلاں فلاں ضرورتوں کے وقت طلاق دینا جائز ہے۔ حالانکہ یہ نہایت مبین امر ہے کہ طلاق کی اجازت ضرورت کے لئے دی ہے نہ بلا ضرورت۔ لیکن چونکہ طلاق کے لئے جو ضروریات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

وہ نہ صرف انسانوں کے مزاجوں کے اختلاف کے ساتھ ہی بدلتی رہتی ہیں بلکہ قومی اور ملکی اور زمانی حالات کے تغیر سے بھی بدلتی رہتی ہیں۔ اس لئے ان کو بتانا لاحاصل کام تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ کے ممالک میں جہاں سب قوموں کا ایک ہی مذہب ہے۔ ایک سی تعلیم ہے۔ ایک سے خیالات ہیں کوئی دو ملک قانون طلاق پر اتفاق نہیں کرتے ایک ملک میں ایک وجہ کو تسلیم کیا گیا ہے تو دوسرے میں اسکو تسلیم نہیں کیا گیا۔ تیسرے میں کوئی اور ہی وجہ قرار دی گئی ہے۔ پس جب اسقدر اتحاد خیالات و مذہب و تعلیم و تہذیب بھی طلاق کے وجوہات میں یکسانی کا رنگ پیدا نہیں کرسکا تو اسلام جیسا مذہب جو سب زمانوں کے لئے سب قوموں کے لئے اور تہذیب کے سارے مرحلوں کے لئے آیا وہ کس طرح پر ان وجوہات کو محدود کرسکتا تھا۔ یہی حالت تعدد ازواج کی ہے تفصیل ضروریات اس حالت میں دینا ایسا ہی محال تھا جیسا طلاق کی صورت میں اسلئے قرآن کریم نے ان ضروریات کو حالات انسانی کے اقتضا پر چھوڑ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ طلاق اور تعدد ازواج کی ضروریات کو قرآن کریم نے محدود نہیں کیا +

اب تیسری بات جس پر ہم کو غور کرنا ہے یہ ہے کہ آیا جس صورت میں قرآن کریم نے تعدد ازواج کی اجازت ضرورت کے وقت دی ہے تو اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے درحقیقت اس صورت میں اعتراض کرنے والے محض آنکھیں بند کرکے اسلام کے خلاف زبان اور قلم چلاتے ہیں۔ اس بات سے کسکو انکار ہوسکتا ہے کہ ہر ایک قوم نے اس ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ اسلام نے ان ضروریات کا علاج تعدد ازواج کی صورت میں رکھدیا۔ دوسری قوموں نے اس کے لئے طرح طرح کے اور طریق اختیار کئے۔ حتیٰ کہ بعض ملکوں میں قانوناً زنا کے پیشہ کو تسلیم کیا گیا ہے اور بعض نے اسکو اس حد تک رواج دیا ہے کہ قانونی جواز سے کچھ کم مرتبہ اسکا نہیں رہا۔ یہ مضمون بہت تفصیل طلب ہے لیکن اس تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ بہرحال یہ بلاشبہ سچ ہے کہ ہر ایک قوم نے اس بات کو محسوس کیا ہے کہ بعض حالات میں دوسری بی بی کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ ہاں اس کا سیدھا علاج تعدد ازواج کے رنگ میں ترک کرکے ایک پردے درجہ کی سیاہ بدکاری کو

جائز ٹھیرا دیا ہے جس میں عورت کی عزت برباد کر دی گئی ہے۔ اسلام چونکہ عورت کی عزت اور عفت کا حامی ہے۔ اور اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ عورتیں پیسوں کے عوض اپنی عفت کو فروخت کریں اسلئے تعدد ازدواج کی صورت میں ان تمام مشکلات کو حل کر دیا ہے۔ پھر علاوہ دوسری ضروریات کے جنگ ایک ایسی ہی ضرورت ہے کہ وہ بعض حالات میں تعدد ازدواج پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جنگ کا سلسلہ دنیا سے مٹ نہیں سکتا۔ اور جنگوں میں مردوں کی تعداد ہمیشہ کم ہوتی رہتی ہے۔ اب چونکہ قدرتی حالت جسکے اندر انسان کو پیدا کیا گیا ہے وہ مرد و عورت کے باہمی تعلق کی حالت ہے۔ اور اسی پر نسل انسانی کی ترقی موقوف ہے نسل انسانی کی سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہر ایک مرد اور ہر ایک عورت اپنے اس فرض کو پورا کرے جو نسل انسانی کو ترقی دینے کا فرض اسپر ڈالا گیا ہے اب اگر مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہے تو چونکہ بچہ کا پیٹ میں رکھنا جننا پرورش کرنا عورت کے فرائض میں داخل ہے۔ اس لئے نسل انسانی کا ہر ایک فرد جسے ممکن طور پر یہ موقعہ ہے اپنے اس فرض کو ادا کر سکتا ہے اور جو مرد بلا بیویوں کے رہ جائیں گے وہ کسی صورت میں نسل انسانی کی ترقی کا موجب نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے اور یہ وہ صورت ہے جو جنگوں اور مردوں کی دوسری ضروریات کی وجہ سے اکثر حالات میں دنیا میں پیش آتی رہتی ہے تو جو عورتیں بلا خاوندوں کے ہونگی وہ نسل انسانی کی ترقی میں صرف تعدد ازدواج کے ذریعہ سے معاون ہو سکتی ہیں۔ گویا اس صورت میں تعدد ازدواج ایک ضروری فرض ٹھیر جاتا ہے۔ اور ایسے حالات میں جب پہلے ہی آبادی کم ہو جاتی ہے ان عورتوں کو خاوندوں کے بغیر چھوڑنا عمداً نسل انسانی کے افزائش کی راہ کو روکنا ہے۔ اس کے علاوہ عموماً عورتوں کے معاش کا انحصار مردوں پر ہوتا ہے۔ پس جو عورتیں جنگوں میں بیوہ رہجاتی ہیں یا یتیم رہ جاتی ہیں انکے متعلق پیچھے رہے ہوئے مردوں کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اُن کی خبر گیری اور پرورش کریں اور اس کے لئے ایک ہی راہ ہے جو قدرت نے رکھی ہے یعنی ان کو نکاح میں لے آنا۔ اور یہی وہ حالات تھے جنکے ماتحت قرآن کریم کی آیت

جس میں تعدد ازواج کی اجازت دی گئی نازل ہوئی اب یہ امر قابل غور ہے کہ کسقدر برمحل اسلام کا ہر ایک حکم نازل ہوا۔ جنگ احد میں مردوں کی تعداد بہت کم ہوگئی تھی اور بہت سی عورتیں بیوہ اور لڑکیاں بلا کفیل کے رہ گئیں ان کی خبر گیری ان کے قدرتی حقوق کی ادائیگی یہ دونوں باتیں اسکو ضروری ٹھیراتی تھیں کہ تعدد ازواج کی اجازت دیجائے۔ اور اسلام چونکہ ایک عالمگیر مذہب تھا اور خدائے علیم جانتا تھا کہ اس قسم کے یا اس سے بھی بڑھکر ضروریات تعدد ازواج کی دنیا میں ہمیشہ رہیں گی۔ اسلئے اس نے اپنی پاک کتاب میں یہ ہدایت بھی عین موقعہ پر نازل فرمادی۔ یورپ بیشک تعدد ازواج کا منکر ہوا ہے۔ لیکن خدا تعالے نے یورپ پر اتمام حجت بھی نہایت بین طور پر کیا ہے کیونکہ وہاں باوجودیکہ انکی کے عورتوں کی تعداد مردوں سے مدت سے بڑھی ہوئی چلی آتی ہے اور اب موجودہ جنگ جس میں لاکھوں مرد اب تک خاک کے نیچے سو چکے ہیں اس حالت کو اور بھی نمایاں کر کے یورپ کو مجبور کر کے تعدد ازواج کے مسئلہ کی طرف لائے گی کیونکہ آخر عقلمند غور کریں گے کہ جس صورت میں نسل انسانی کی افزائش کو جنگ سے سخت نقصان پہنچا ہے اور پیچھے کثرت سے عورتیں موجود ہیں جو اگر خاوندوں کے گھروں میں ہوں خواہ ایک خاوند کے گھر میں دو دو تین تین چار چار عورتیں ہیں کیوں نہ ہو نسل انسانی کی افزائش کا موجب ہوسکتی ہیں تو یہ کسقدر دوراندیشی سے بعید ہے کہ ایک فرضی روک پیدا کر کے نسل انسانی کی افزائش کو اسطرح جنگ کیساتھ یہ دوسرا صدمہ پہنچایا جائے۔ یا دوسری صورت یہ ہوگی کہ ناجائز تعلقات سے بچے پیدا ہوں جو نہ صرف سوسائٹی اور قوم کیلئے ننگ اور عار کا موجب اور ماؤں کیلئے پرلے درجہ کی ذلت کا باعث ہوں بلکہ انکی خبر گیری کا بھی کوئی اہتمام نہ ہونیکے باعث وہ حقیقی طور پر قوم کی ترقی کا موجب نہیں ہوسکتے اور چونکہ انکا کوئی کفیل بھی نہ ہوگا اس لئے ان میں سے کثرت کے ساتھ بلوغت تک پہنچنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھ جائیں گے۔ عقلمند انسانوں کا یہی کام ہے کہ فرضی اور وہمی رکاوٹوں پر آخر وہ غالب آجاتے ہیں۔ اسی طرح یورپ میں عقلمند مجبور ہوکر اس امر کو قبول کریں گے کہ واقعی بعض حالات میں تعدد ازواج ایک فرض قومی ہوجاتا ہے۔ اسلئے قرآن جیسی پُرحکمت کتاب نے تعدد ازواج کی اجازت ضروریات کے لئے دی اور اگر نہ دیتا تو خدائے حکیم کا کلام نہ ہوسکتا تھا۔ غرض عورتوں کا مردوں سے بڑھ جانا اور

پھر جنگوں میں مردوں کا اور بھی کم ہوجانا یہ اس قسم کی ضروریات ہیں کہ انکے ہوتے ہوئے تعدد ازواج کو بطور علاج اور دوا استعمال سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک سخت مریض باوجود مرض کی شدت کے دوائی کھانے سے انکار کرے جو گویا خودکشی کے قائمقام ہے۔ مرض موجود علاج ایک حکیم بتاتا ہے بدقسمت بیمار کا اختیار ہے کہ اس علاج کو رد کردے مگر جو ایسا کریگا آخر اس کا دبال اٹھائیگا قوم کے اندر طرح طرح کی بدکاریاں پیدا ہونگی اور اسکا نتیجہ نہ اخلاقی اور نہ ہی صحت جسمانی کے پہلو کے لحاظ سے کبھی اچھا ہوسکتا ہے۔

ہمارا مولود نمبر

جنوری سنہ ۱۹۱۶ء کا رسالہ اشاعت اسلام مولود نمبر ہوگا جو بلحاظ مضامین کے نرالا ہوگا اور وہی مولود نمبر ان ناظرین رسالہ کی خدمت میں وی پی ہوگا جنکا چندہ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء میں ختم ہوجاتا ہے۔

مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا - لاہور

شربت مقوی اعضا

اس شربت کے استعمال سے وہ قوائے قوی ہو جاتے ہیں جن کی کمی سے مرد نامرد نادم اور پورا ہونے سے جوان مرد کہلاتا ہے۔ جب کثرت فراغشات و مسکرات و جوانی کی بدعنوانیاں آپ کے وقت شباب میں لطف کی جگہ بے لطف کر دیں۔ تو اس مرکب کو منگا کر ...

... سے ورماندہ ہوں۔ اور پھیری بنا دیتا ہے۔ اعضا سے سستی کو

... ریں۔ ہر میدان میں آپ غالب رہیںگے۔ آپ چاہتے ہیں کہ روزانہ ڈیوٹی و افکار مزید و محنت کی کثرت ... ہیں جوانی کے لطف اٹھائیں۔ تو اس کو اپنی ... میں رکھئے۔ یہ نامرد کو مرد اور مرد کو جوانمرد ... رئیسہ۔ دل۔ دماغ۔ جگر اور معدہ کو درست کرتا ہے۔ ضعف کو دور کرکے طاقت در بنا دیتا ... دور کرکے چست بناتا ہے۔ بزدل کو صاحب حوصلہ اور تیار ہونے کی طاقت بخشتا ہے اور اعصابی طاقت اور برقی رفتار اعصاب میں اس سے زیادہ کسی دوائی میں نہیں ہوتی۔

جو لوگ بے وقت صرف قوت کر بیٹھے ہیں۔ اور زندگی کے واجبی حظوں سے قاصر ہو بیٹھے ہیں وہ اس کے چند روزہ استعمال سے اپنی گم شدہ قوت واپس لا سکتے ہیں۔ جب مثانہ کمزور ہو کر بادی زندگی تباہ ہو چکا ہو۔ اور تھوڑے فکر و رنج سے حاجت روا ہو جاتی ہو۔ دماغ میں خیالات بے ہودہ کا ہجوم رہتا ہو تو اس کے پینے سے دور ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ طبیعت شگفتہ رہے اور امراض نہفتہ سے بچے رہیں۔ نیز وہ لوگ جن کو اپنے ہی اعمال نے ٹھنڈا کر دیا ہو۔ یا بڑھاپا سد راہ مقصود ہو تو وہ اس کی چند خوراک کا تجربہ کریں۔ اس کے چند روزہ استعمال سے حل نرینہ قرار پاتا ہے۔ قیمت فی بوتل چار روپے ... (للعہ)

سوزاک و فرجہ

... ہر گھنٹہ میں تمام تکلیف دہ علامات ... سوزش و درد کافور اور جسم ... قیمت درجہ اول (عہ) ... درجہ دوم ...

طلائے نادر

اس کے خارجی استعمال سے عضلات زندہ ہو کر از سر نو ... جوانی پیدا ہوتی ہے اور طاقت بحال ہو جاتی ہے قیمت چار روپے

... اور پھوڑے پھنسیاں کو دور کرتا ہے۔ مصفی خون ... قیمت فی شیشی ...

جوہر عشبہ ہر کت ...

ہزاروں سال سے ... خون کو صاف کرنے میں لاثانی ہے

پتہ — زبدۃ الحکماء حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی شاہی سند یافتہ۔ لاہور (موجد دوا)

اب بھی جو اندھا رہے نواس کا اپنا قصور ہے

کیونکہ ڈاکٹروں حکیموں اور عوام کی بیشمار اسناد سے ثابت ہو چکا ہے کہ

ایک سلائی سے اندھی آنکھ روشن کرنیوالے جواہر نور العین کا

بیس روپیہ ماشہ والا خالص سرمہ بھی مقابلہ نہیں کر سکتا

اور مختلف قسم کے سرمے اور جواہرات کے سرمہ کی تو اسکے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں۔ کیونکہ اسکی ایک ہی سلائی سے اسیوقت نظر روشنی دھند دور۔ رتوندھی رو دن میں معدوم۔ اور ککرے۔ پھولا۔ ناخنہ۔ پڑبال۔ موتیا بند اور ہر قسم کا اندھاپن ایک ہفتہ میں دور ہو کر نظر بحال ہو جاتی ہے اور عمل جراحی کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت فی ماشہ ... درجہ اعلیٰ للہ۔ درجہ لعل ...

بیشمار اسناد میں سے صرف چند کی مختصر نقل

چار ماہ کی اندھی آنکھ کی نظر بحال ہو گئی

جناب حکیم مسیح اللہ خاں صاحب افزمائی ضلع پشاور تحریر ۱۲ مئی ۱۹۱۵ء۔ دو مریضہ جسکی دونوں آنکھوں کی نظر موتیا بند کے سبب چار ماہ سے بالکل بند تھی آپ کے جواہر نور العین کے استعمال سے ۸ روز میں ہی اب ۱۵ قدم کے فاصلے سے دیکھ سکتی ہے اس بنا پر مریضہ کی صحتیابی پر میں آپ کی حسن لیاقت اور جواہر نور العین کی خوبی کے لئے مبارکباد دیتا ہوں۔ جو جو دعائیں آپ کو دی جاتی ہیں میری قلم میں طاقت نہیں کہ تحریر کر سکے۔

پھولہ چشم کو فائدہ ہوا۔

جناب سردار خاں صاحب انسپکٹر پولیس نعمان پور تحریر ۱۶ جنوری ۱۹۱۵ء میری آنکھ میں عرصہ دو سال سے سفیدی ہو گئی تھی۔ ڈاکٹروں سے ہر چند علاج کرایا مگر فائدہ نہ ہوا۔ آپ کے جواہر نور العین نے مجھے فائدہ کیا ہے

جواہر نور العین کی تعریف سے

میری زبان قاصر ہے۔ جناب سید علی احمد صاحب رئیس سرکل انسپکٹر۔ مومن آباد حیدر آباد دکن۔ تحریر ۲۵ ستمبر ۱۹۱۵ء۔ آپ کا عطیہ جواہر نور العین صرف ہو گیا۔ حقیقت میں جیسا آپ نے مشتہر کیا ہے اس سے بڑھکر دیکھا گیا۔ اس کی تعریف زمیری زبان ... [illegible]

جواہر نور العین سے ۲۵ برس کی بند آنکھ کھل گئی۔

جناب لالہ رام صاحب زمیندار۔ مسوز پور ضلع کانپور تحریر ۲۰ ستمبر ۱۹۱۴ء لالہ دیدیال جسکی عمر ۵۵ سال ہے اس کی آنکھیں تیس سال سے پڑبال ہے۔ لکھنؤ کے ڈاکٹر صاحب سے اپریشن کرایا۔ مگر کچھ عرصہ بعد پڑبال پھر پیدا ہو گئے۔ بہت علاج کیا مگر فائدہ نہوا۔ آپ کے جواہر نور العین نمبر ۵ درجہ اعلیٰ کے استعمال سے پڑبال دور ہو گئے۔ اور آنکھیں جو پچیس سال سے بند تھیں کھل گئیں۔

ایک سال کی بند آنکھ کی نظر بحال ہو گئی

جناب عبد العزیز صاحب گرداور قانونگو اسکود و ریاست کشمیر ۱۴ جولائی ۱۹۱۵ء وہ مریض جسکی نظر ایک سال سے بند تھی آپ کے جواہر نور العین سے کہ جس میں مسیحائی اثر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ آنکھیں بالکل پہلی حالت پر روشن ہو گئیں۔ جواہر نور العین کے اثر کو دیکھکر میرے احباب و آشنا حیران ہو رہے ہیں

جواہر نور العین سے پھولا دور ہو گیا

مسٹر رستم جی فرام جی مرچنٹ وارنگل حیدر آباد دکن۔ تحریر یکم دسمبر ۱۹۱۴ء جواہر نور العین کے عجیب و غریب فوائد کے لئے جو اس نے لڑکی کی آنکھ کا پھولا رفع کرنے میں دکھائے ہیں میں آپ کا شکریہ لفظوں میں ادا نہیں کر سکتا۔

پندرہ سالہ رتوندھی دور ہو گئی

جناب خواجہ احمد دین مکرم دین صاحب سوداگر پشمینہ راولپنڈی۔ ۷ نومبر ۱۹۱۴ء مجھے پندرہ سال سے شبکوری کا مرض تھا۔ سنت سول سرجن صاحبان سے علاج کرایا۔ مگر فائدہ نہوا جواہر نور العین کے استعمال سے مجھے دس روز میں کلی طور پر آرام ہو گیا۔ اس کی صحت یابی کے شکریہ میں مبلغ یک صد روپیہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

اپریشن سے جو ککرے اچھے نہ ہوئے تھے

وہ جواہر نور العین سے دور ہو گئے۔ عبد الرحیم صاحب دوکاندار انارکلی لاہور تحریر ۷ اکتوبر ۱۹۱۴ء میرے بھائی کی آنکھوں میں ڈیڑھ سال سے ککرے تھے۔ مشہور ڈاکٹروں اور حکیموں سے بہت علاج کرایا مگر فائدہ نہوا آخر لاہور کے میو ہسپتال کے ڈاکٹر صاحب نے اپریشن کیا۔ اور ایک ماہ تک ہسپتال میں رہنے سے آرام آ گیا جب گھر آیا تو ۱۵ دن کے بعد پھر تکلیف ہونے لگی۔ تب فیصل مو گئے مشہور ڈاکٹر متھرا داس صاحب کے پاس گیا۔ وہاں پندرہ دن ہسپتال میں رہکر ان سے علاج کرایا۔ مگر فائدہ نہوا۔ تو واپس لاہور چلا آیا۔ آخر کار ڈاکٹر نبی بخش صاحب کے پاس گیا۔ ان کا جواہر نور العین استعمال کرنے سے دو ہفتہ میں ککروں سے کلی صحت ہو گئی۔

پتہ۔ ڈاکٹر نبی بخش سابق اسسٹنٹ سرجن آرمی میڈیکل افسر افغان حال مہتمم شفاخانہ جواہر نور العین لاہور

اکیس ۲۱ فوٹو

دربار حبیب صلعم کے قابل دید مناظر کی عکسی تصاویر

یہ فوٹو نہایت محنت سے تیار کرائے گئے ہیں۔ پہلے دس فوٹو تیار تھے۔ اب دس فوٹو تیار تھے۔ اب اکیس فوٹو کا سٹ تیار ہے۔ قیمت فی عدد (۴ر) اکیس فوٹو کا مکمل سٹ (۴ر) علاوہ محصولڈاک (۱) روضہ شریف حضرت سرور کائنات صلعم کا رنگین فوٹو (۲) کعبۃ اللہ بیت اللہ شریف کا فوٹو سیاہ ریشمی غلاف اور اس پر سنہری حروف جو فوٹو میں صاف طرح پڑھے جاتے ہیں (۳) مدینہ منورہ کا نظارہ (۴) مکہ معظمہ میں نماز جمعہ کا دلچسپ نظارہ (۵) میدان عرفات لوگوں کے خیمے اور قاضی صاحب کا جبل رحمت پر خطبہ پڑھنا (۶) شیطان کو کنکر مارنے کا نظارہ یعنی رمی (۷) میدان منا میں حاجیوں کے کیمپ اور مسجد خیف کا سین (۸) جنت المعلےٰ واقع مکہ معظمہ جس میں حضرت خدیجہؓ حرم رسول اللہ صلعم اور حضرت آمنہ والدہ حضرت سرور کائنات کے مزار کے فوٹو بھی ہیں (۹) جنت البقیع جس میں مزارات اہل بیت وامہات المومنین و بنات النبی حضرت عثمان غنی و شہداء بقیع وغیرہ (۱۰) کعبۃ اللہ کے گرد حاجی طواف کر رہے ہیں (۱۱) کوہ صفا و مروہ اور وہاں جو قرآن مجید کی آیت کریمہ منقش ہے وہ فوٹو میں حرف بحرف پڑھی جاتی ہے (۱۲) روضہ شریف حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سادہ فوٹو (۱۳) مسجد حضرت عائشہ صدیقہؓ جہاں سے حاجی عمرہ باندھتے ہیں (۱۴) محمل شامی کا میدان عرفات میں قابل دید نظارہ (۱۵) محمل مصری کا شاندار سین (۱۶) پرانے مدینے میں اسلام کی پہلی مسجد قبا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے اول تیار کی اور کرائی (۱۷) سیدنا امیر حمزہؓ کا مزار جو جنگ احد میں شہید ہوئے (۱۸) بیت المقدس کی مسجد اقصےٰ (۱۹) حرم شریف بیت المقدس میں رحمت اور توبہ کے دروازے (۲۰) صخرہ یعنی وہ بہشتی پتھر جو مسجد اقصےٰ میں معلق تھا اسکا فوٹو اور مسجد کے اندر کا قابل دید نظارہ (۲۱) بیت المقدس میں مسجد سیدنا حضرت عمرؓ اور شہر کا عام دلچسپ سین +

یہ وہ نقشے نہیں جو بمبئی وغیرہ کے بازاروں میں عام طور پر فروخت ہوتے ہیں۔ یہ اصلی فوٹو ہیں۔ اس لئے آپ ان کو منگا کر اپنے مکانوں اور کمروں کو زینت بخشیں۔ روضہ شریف کا رنگین فوٹو۔ قیمت فی عدد (۶ر) سائز ہر ایک فوٹو ۱۴-۱۱ انچ ہے لیکن مکمل سٹ کے ساتھ یہ رنگین فوٹو اسی قیمت یعنی دو روپے آٹھ آنے (۸ر) میں دیا جاتا ہے۔ علٰحدہ ۶ر کو ملتا ہے۔ مشاہیر ملک کی مختلف رائیں حسب ذیل ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے ان کی مقدمہ کے فوٹو نہایت عمدہ ہیں۔ کوچۂ جاناں کی تصویریں عشاق کو کیوں پسند نہ ہونگی۔ (۲) آنریبل جسٹس خان بہادر میاں شاہدین صاحب جج چیفکورٹ پنجاب۔ مقامات مقدسہ کے فوٹو گرانس اور مسجد نبوی کا فوٹو نہایت عمدہ اور دلچسپ ہیں (۳) مولانا قاری شاہ سلیمان صاحب پھلواروی۔ ہر مومن کو چاہئے کہ ان نقشوں سے مکان کو آراستہ کرے۔ (۴) حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب۔ حرمین شریفین کے نقشے بیشمار بنتے ہیں مگر ان تصاویر میں جو بات ہے وہ کسی نقشے میں نہیں۔ کیونکہ مطابق موقع اور صحیح ہیں

ملنے کا پتہ

مینجر دفتر صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات۔ پنجاب

نظام المشائخ روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا بہترین مجموعہ۔ خواجہ حسن نظامی صاحب کی سرپرستی اور ملا محمد الواحدی کی ایڈیٹری میں ۹ سال سے نکل رہا ہے اور بے انتہا شوق و دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے صوفیانہ رزم بزم کے جلسے دیکھنے ہوں سینکڑوں برس گذشتہ کی کیفیت کا مشاہدہ کرنا ہو تو اس رسالہ کو پڑھئے۔ چندہ سالانہ عمدہ سفید کاغذ پر دو روپے آٹھ آنے (عہ) رنگین کاغذ پر ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ) ششماہی ع وللعہ علے الترتیب نمونہ مفت۔ **المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی**

خطیب ہفتہ وار دینی و علمی رسالہ ہے۔

ظاہری و معنوی اعتبار سے ہندوستان بھر میں اپنا جواب نہیں رکھتا حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب اکثر اسی میں چھپتے ہیں آپ نے ابتک نہ دیکھا ہو تو نمونہ مفت منگوا کر دیکھئے باوجود غیر معمولی خوبیوں کے چندہ بہت کم یعنی سالانہ عہ ششماہی عہ سہ ماہی ١١؎ تاکہ غریب سے غریب شخص بھی اس سے فائدہ اٹھائے چونکہ کاغذ مہنگا ہو رہا ہے خطیب کے چندہ بڑھنے کا اندیشہ ہے اسلئے آپ اسے جلد ہی جاری کرالیں گے اچھا ہوگا۔ **المشتہر**

منیجر خطیب دہلی

خضاب ہاشمی

یہ وہ بیش بہا روغن خضاب ہے جو بغیر کسی قسم کی زحمت تکلیف اور اصراف وقت کے سفید بگلے جیسے بالوں کو چند منٹ میں سیاہ بھونرا کر دیتا ہے اور اصلی و مصنوعی بالوں میں تمیز نہیں ہو سکتی۔

یہی وجہ ہے کہ امراء و روساء۔ تجار حرفت پیشہ اور ملازمین سب کو یکساں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دن بدن یہ خضاب مقبول و پسند ہو رہا ہے مثل بازاری اشتہاروں کے یاوہ گوئی ہمارا شعار نہیں۔ اطمینان کیجئے اس سے بہتر ضمانت کیا ہو سکتی ہے کہ ایک دفعہ بغرض آزمائش منگائیے۔ اگر حسب اشتہار ثابت نہ ہو تو بلا عذر قیمت منگا لیجئے۔ قیمت فی بکس ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصولڈاک۔ سوداگران کیلئے خاص رعایت

المشتہر

الیس مرتضےٰ اینڈ کمپنی پرفیومرز مرچنٹ

امام باڑہ روڈ پوسٹ بمبئی

اشتہار واجب الاظہار

(خضاب جوانی)

بے مثل بے نظیر ہمارا خضاب ہے

گویا جہاں میں آپ یہ اپنا جواب ہے

شائقین کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمارا خضاب مدت مدید سے جس کا دورہ تمام ہندوستان اور برہما وغیرہ تک جاری ہے اور ناظرین خوب ہی جانتے ہیں کہ اصل سند ہماری یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہو قیمت واپس زیادہ لکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ یہ خضاب تیل کی قسم سے ہے ایک دفعہ استعمال کرنے سے معلوم ہوگا۔ پانچ منٹ میں بحکم خداوند تعالیٰ بال اصلی صورت پر ملائم اور چمکدار ہو جاتے ہیں۔ جلد پر داغ نہیں لگتا قیمت علاوہ محصولڈاک فی بکس (عہ) اور زیادہ کے خریدار کو فی درجن للعہ روپیہ خرچہ بذمہ خریدار صرف ایکدفعہ کی آزمائش شرط ہے۔

نوٹ۔ پتہ نہایت صاف مع ڈاکخانہ و ضلع وغیرہ کے خوشخط لکھیں۔

المشتہران حکیم محمد حسین حکیم سید احمد شاہ بخاری بھنڈی بازار بیرون۔ پوسٹ نمبر ۹۔ بمبئی

اینٹی ڈرماپس

تمام جلدی بیماریوں کیلئے بے بو اور بے ضرر دوائی ہے اس کے بیرونی استعمال سے بھگندر پھوڑا پھنسی پھوڑا۔ داد چنبل سرخ باد کسی تیز دھار والے آلے کا زخم۔ مدت۔ بجیران۔ گرڈہ ناسور۔ خارش دانتوں سے خون بہنا مسوڑوں کا پک جانا۔ دانتوں کا ماخورہ لگ جانا وغیرہ وغیرہ غرضیکہ کسی کام کا اور کیسا ہی پرانا زخم کیوں نہ ہو۔ جس سے کل دنیا کے ڈاکٹر مایوس ہو چکے ہوں۔ علاج ہفتوں یا مہینوں نہیں کرنا پڑتا۔ ہمارا دعوے ہے کہ صرف ایکدفعہ لگانے سے زخم نصف کے قریب شرطیہ اچھا ہو جاویگا۔ پرچہ ترکیب ہمراہ ارسال خدمت ہوگا قیمت فی بکس ایک روپیہ (عہ) محصولڈاک ۴؍ نمونہ ۴؍ اس کے متعلق ہمارے پاس متعدد سرٹیفکیٹ ہیں۔

المشتہر

ٹی ڈرما اینڈ کو۔ وزیر آباد

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن کی

کافوری جنتری

کافوری جنتری ۱۹۱۶ء کی نہایت خوبصورت اعلےٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپ رہی ہے اور جنوری ۱۹۱۶ء کے پہلے ہفتہ سے بلاقیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جائے گی۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے جنتری مذکورہ وقت پر آپکے پاس روانہ کردیجائے گی۔

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی بنائی ہوئی

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیاں ملاکر بنا ہے اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی۔ چھاجن ایرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں برص سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے۔ اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا ایگزوڈ انیسر ڈ سالسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیے قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ایک سے چار تک پانچ آنہ ۵ر سالسا قیمت دو روپیہ عہ محصول ۶ر

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر ریم آنا ہو پرانا یا نیا ہو دو تین مراتب کے استعمال سے بہنا بند ہوجاتا ہے قیمت ۴ر پچکاری کان صاف کرنیکی خرچ ہر دو چیز کا ۵ر

کلوراڈائن

انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد مڑوڑ خواہ کسی صورت سے ہو اس کی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے۔ آؤن۔ دست اور پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے نامی دواخانہ سے بنوایا ہے دیگر کلوروڈائنوں سے کہیں بہتر ہے۔
اس لئے بازاری کلوروڈائن نہ خریدکر کے اس کلوروڈائن کو خریدیں۔ قیمت ۶ر اور ایک درجن کے چار روپے للعہ ڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی بنائی ہوئی

دانت کے درد کی دوا

لگتے ہی درد مٹاتی ہے رونے کو ہنساتی ہے ایک باریک و مضبوط تنکے یا سینک کے سرے پر روئی لپیٹ کرا سے اس دوا میں ڈبوکر ٹھیک درد کے مقام پر لگائیے اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ذرا سی روئی ڈبوکے اس میں بھردیں فوراً درد بند ہوجائیگا قیمت ۴ر محصولڈاک ایک سے آٹھ شیشی تک ۶ر

ڈاکٹر

ایس کے برمن۔ نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

اشتہار

انگریزی زبان میں پہلی اور بےنظیر کتاب لاجواب جسکی مثل آجتک کوئی نہیں نظر آتی "البیان فی علوم القرآن"

یہ کتاب جناب مولانا ابو محمد عبد الحق صاحب حقانی شمس العلماء دہلی کی تصنیف ہے اسمیں مؤلف نے ان تمام علوم کو ظاہر کیا ہے
جنکو قرآن شریف میں وارد ہوئے ہیں اس اعتبار سے کہ آجکل علماء نئی روشنی پرانی روشنی مغربی علوم مشرقی علوم علم کی
تقسیم کرتے ہیں یہ کتاب ان سب کو حاوی ہے اور مخالفان اسلام جو کچھ اسلام پاک پر اعتراض کرتے ہیں اس کتاب میں ہر ایک کا
عقلی و نقلی جواب ہے خوبی یہ کہ نہایت مختصر و مدلل ہے پڑھنا شروع کر دیں جی چاہتا ہے کہ تمام کئے بغیر نہ چھوڑیں۔

تحریر کا باعث یہ ہوا کہ قدوۃ العلماء کے جلسے میں جو کہ مدراس میں ہوا تھا ایک شخص نو مسلم اسٹریلیا کا رہنے والا عبد الحق
نام بھی شریک تھا اس نے اثناء تقریر میں افسوس ظاہر کیا کہ انگریزی زبان میں ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی کہ جو انگریزی دان اصحاب
کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہو ارباب جلسہ نے یہ کام مولانا موصوف کے سپرد کیا اور آپ نے یہ کام کمال محنت اور نہایت عرقریزی
سے کیا کہ اول اردو زبان میں کتاب تیار کی بعد ازاں تصنیف کمیٹی کلکتہ میں انگریزی کرا کے طبع کرائی اور زمینداروں کی آرزو پوری کی جزاہ الله خیر الجزاء
کتاب تو اس قابل ہے کہ اگر اسکی قیمت سو روپیہ کر دیجاوے تو بھی تھوڑی ہے۔ مگر ناظرین کی سہولت کے لئے فقط وی پی
خرچ سمیت عہ روپے کر دی ہے اسکی خریداری کیا ہے گویا سو دو دس پیسے میں ہر فن اور ہر علم کا عالم ایک واعظ نما
انگریزی زبان میں تعلیم پانے والے اور دین اسلام کی اشاعت کرنے اور کرانے والے صاحبان اس کتاب کو خرید فرما کر خود بھی
مطالعہ کریں اور تقسیم بھی کراویں دونوں مطالب بر آمد ہونگے بغرض اطلاع عریضہ ہذا اشتہار کے طور پر مرسل ہے گر قبول افتد زہے عز و شرف
مکرر عرض ہے کہ فرمائش کیساتھ دو روپیہ پیشگی بھیجنا چاہئے اور وی پی میں مجرا دئے جاویں گے۔
اور زیادہ نسخوں کے خریدار کو محصول معاف ۔

ملنے کا پتہ

حاجی محمد اسحاق صدر بازار دہلی